بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً (الحدیث)

پہنچادو میری طرف سے اگر چہ ایک ہی آیت ہو

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کا مرتب کردہ تعلیماتِ نبویؐ پر مشتمل چالیس احادیث کا مجموعہ

تحفۃ السّامی

شرح اردو

اربعین جامی

مصنف: نورالدین مولانا عبدالرحمٰن جامی نوراللہ مرقدہ (متوفی ۸۹۸ھ)

اردو منظوم: مولانا ظفر علی خان لاہوریؒ (متوفی ۱۳۷۵ھ)

مترجم وشارح

عبدالصمد رشیدی کھیڑوی

مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

تفصیلات

نام کتاب: تحفۃ السامی شرح اردو اربعین جامی

مترجم وشارح: (مفتی) عبدالصمد رشیدی کھیڑوی

اردو منظوم: مولانا ظفر علی خان صاحب لاہوری

تعداد صفحات: ۱۱۰

سن اشاعت: ۱۴۴۴ھ

کمپوزنگ: عبداللہ کمپیوٹرس سہارنپور

ناشر: دارالکتب الاسلامیہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

موبائل: 9927592399

اس کتاب کی اشاعت کی عام اجازت ہے
اشاعت سے قبل بندہ سے رابطہ کریں
عبدالصمد رشیدی، رابطہ نمبر: 9548265740

فہرست عناوین

انتساب ۷

حرفِ تحسین: حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب نقشبندی دامت برکاتہم ۸

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب گنگوہی ۱۱

تقریظ: حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری مدظلہ ۱۳

تقریظ: حضرت مولانا محمد ساجد حسن صاحب مظاہری ۱۵

تقریظ: مولانا مفتی محمد احسان صاحب رشیدی ۱۷

عرضِ مترجم ۱۹

مقدمہ ۲۲

حدیث کی لغوی تعریف ۲۲

اصطلاحی تعریف ۲۲

وجہ تسمیہ حدیث ۲۳

موضوعِ حدیث ۲۳

غرض وغایت ۲۳

فضیلت علم حدیث شریف ۲۳

حالات مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ ۲۶

نام ونسب ۲۶

پیدائش اور وطن عزیز ۲۶

فہرست عناوین

تحصیلِ علوم ۲۶
تصوف وسلوک ۲۷
آپ کا ایک دلچسپ مناظرہ ۲۸
شعروشاعری ۲۹
آپ کا مسلک ومشرب ۲۹
آپ کا عشق رسول ۳۰
آپ کی تصانیف ۳۱
وفات ۳۱
حدیث نمبر:۱)تم میں کوئی (کامل) مؤمن...... ۳۳
حدیث نمبر:۲)جس شخص نے اللہ ہی کیلئے...... ۳۴
حدیث نمبر:۳)(کامل) مسلمان وہ ہے جس...... ۳۶
حدیث نمبر:۴)دو خصلتیں مؤمن میں جمع نہیں...... ۳۸
حدیث نمبر:۵) آدم زاد بوڑھا ہوتا چلا جاتا...... ۳۹
حدیث نمبر:۶)جس شخص نے لوگوں کا شکریہ اد...... ۴۱
حدیث نمبر:۷)جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ...... ۴۳
حدیث نمبر:۸) دنیا معلون ہے اور جو چیز دنیا...... ۴۵
حدیث نمبر:۹) لعنت کی گئی ہے دینار اور درہم کے غلام پر۔ ۴۷
حدیث نمبر:۱۰) ہمیشہ باوضور ہا کر کشادگی کی جائے گی...... ۵۰

فہرست عناوین

حدیث نمبر:۱۱)مؤمن ایک سوراخ سے دومرتبہ نہیں...... ۵۵
حدیث نمبر:۱۲)وعدہ کرنا قرض (کی طرح) ہے۔ ۵۷
حدیث نمبر:۱۳)جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ...... ۵۸
حدیث نمبر:۱۴) مجلسیں امانت کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ۶۰
حدیث نمبر:۱۵)سخاوت کرنا فائدہ حاصل کرنا ہے۔ ۶۱
حدیث نمبر:۱۶)قرض دین کا عیب ہے۔ ۶۳
حدیث نمبر:۱۷)قناعت ایسا مال ہے جو کم نہیں ہوتا۔ ۶۴
حدیث نمبر:۱۸)صبح کا سونا رزق کو روکتا ہے۔ ۶۶
حدیث نمبر:۱۹)سخاوت کی آفت احسان رکھنا ہے۔ ۷۱
حدیث نمبر:۲۰)نیک بخت وہ ہے جو دوسرے سے...... ۷۲
حدیث نمبر:۲۱)آدمی کیلئے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ بیان...... ۷۴
حدیث نمبر:۲۲)نصیحت دینے والی موت ہی کافی ہے۔ ۷۵
حدیث نمبر:۲۳)لوگوں میں سب سے بہترین وہ آدمی...... ۷۶
حدیث نمبر:۲۴)بے شک اللہ تعالیٰ نرم مزاج اور ہنس مکھ...... ۷۸
حدیث نمبر:۲۵)آپس میں ہدیہ دو محبت بڑھاؤ۔ ۸۱
حدیث نمبر:۲۶)بھلائی (ونیکی) خوبصورت چہرے...... ۸۶

فہرست عناوین

حدیث نمبر:۲۷) دیر دیر سے ملاقات کر محبت زیادہ ہوگی۔ ۸۷
حدیث نمبر:۲۸) مبارک بادی ہے اس شخص کیلئے جس کو...... ۹۰
حدیث نمبر:۲۹) مالداری نا امید ہونا ہے اس سے جو کچھ...... ۹۲
حدیث نمبر:۳۰) آدمی کی اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے...... ۹۳
حدیث نمبر:۳۱) نہیں ہوتا ہے کوئی قوی کسی کو پچھاڑ دینے...... ۹۷
حدیث نمبر:۳۲) مالداری مال واسباب کی کثرت سے...... ۹۹
حدیث نمبر:۳۳) انسان کی دوراندیشی یہ ہے کہ وہ اپنے...... ۱۰۲
حدیث نمبر:۳۴) علم سے کسی کو روکنا حلال نہیں ہے۔ ۱۱۰
حدیث نمبر:۳۵) پاکیزہ کلام کرنا صدقہ ہے۔ ۱۱۲
حدیث نمبر:۳۶) ہنسی کی زیادتی دل کو مردہ بنادیتی ہے۔ ۱۱۵
حدیث نمبر:۳۷) جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ۱۱۷
حدیث نمبر:۳۸) مصیبت بولنے کے ساتھ سپرد کی گئی ہے۔ ۱۲۰
حدیث نمبر:۳۹) بدنظری ایک زہریلا تیر ہے ابلیس کے...... ۱۲۲
بدنظری کے نقصانات کا سرسری جائزہ ۱۲۴
اس خطرناک مرض سے بچنے کی تدابیر ۱۲۵
حدیث نمبر:۴۰) مؤمن پیٹ نہیں بھر سکتا اپنے ہمسایہ...... ۱۲۶
المراجع والمصادر ۱۲۰
مؤلف کی دیگر تالیفات ۱۳۵

انتساب

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور توفیق سے یہ حقیر
کاوش مادر علمی

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

کے نام جس کے چشمۂ فیض سے آج ایک عالَم مستفیض ہو رہا ہے
،خدا کرے یہ علمی مرکز تا دیر آباد وشاداب رہے، آمین۔

اور اپنے تمام مشفق اساتذۂ کرام اور والدین کریمین
کی نذر ہے جن کی مثالی تربیت ، بے پایاں مخلصانہ
توجہات اور سحرگاہی دعاؤں نے عالم اسباب میں
اس حقیر خدمت کی سعادت بخشی۔

حرفِ تحسین

مرشدی رہبرِ شریعت پیرِ طریقت محدث کبیر
حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب نقشبندی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث و مدیر جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفی امابعد!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، احوال اور تقریرات کو حدیث سے موسوم کیا جاتا ہے، احادیثِ شریفہ کو سمجھے بغیر کلامِ الٰہی کی قابلِ قبول تشریح و تفہیم بھی ممکن نہیں ہے، قرآن اگر متن ہے تو حدیثِ نبوی اس کی شرح ہے، اسی لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر سنت نہ ہوتی تو قرآن کا سمجھنا خارج از امکان ہوتا، اسی لئے احادیث شریفہ کے پڑھنے لکھنے اور یاد کرنے کی طرف اس امت کے خوش نصیبوں نے خاطر خواہ توجہ دی ہے، جو بلاشبہ بڑے شرف کی بات ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر تابعین اور مابعد کے ادوار میں محدثین اور اعلامِ امت نے حدیث شریف کے حوالہ سے نوع بنوع خدمات انجام دے کر اپنے حسنات اور سعادتوں میں اضافہ کیا ہے، انہیں نصیبہ وروں میں وہ رجال کار بھی ہیں جنہوں نے دینی ضرورت اور اپنی اپنی دلچسپی کے لحاظ سے چہل حدیث کے مجموعے

تیار کئے، خیر القرون سے عہدِ حاضر تک بے شمار خوش قسمت افراد ہیں جن کے مجموعے زیورِ طبع سے آراستہ ہوئے ہیں جس کا سب سے بڑا محرک خود رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان والاشان ہے کہ "**من حفظ علٰی امتی اربعین حدیثا من امر دینها بعثه الله فی زمرة الفقهاء**" یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم نے سنت کی اس صنف پر موضوعاتی لحاظ سے کام کیا ہے، چنانچہ کسی نے توحید وصفات کے اثبات میں احادیث جمع کیں تو کسی نے احکام کی حدیثیں ذکر کیں، بعض نے عبادات کو پیش نظر رکھا تو بعض نے مواعظ اور رقاق کے ذیل میں جمعِ روایات کا اہتمام کیا، اہلِ تحقیق کی مانیں تو چہل حدیث یا اربعینات بزبان عربی کے تعلق سے سب سے پہلا تذکرہ دوسری صدی ہجری کے عالمِ ربانی اور صوفیٔ مرتاض حضرت عبداللہ ابن مبارک متوفی ۱۸۱ھ کا ملتا ہے انہوں نے الاربعین کے نام سے احادیث کا مجموعہ تیار کیا تھا، جس کے بارے میں شارح مسلم علاّمہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے علم کے مطابق اربعینات میں سب سے پہلے یہی مجموعہ تیار ہوا" جبکہ بعد کے ادوار میں الاربعین للنسوی، الاربعین للآجری، الاربعین للبیہقی، الاربعین للاصفہانی، الاربعین للنوویۃ اور مفسر علاّم جلال الدین سیوطی کی الاربعون فی الجہاد وغیرہ کو نمونے کے طور پر ذکر کیا جاسکتا ہے۔

زیر نظر "تحفۃ السامی شرح اربعین جامی" ہمارے عزیز شاگرد "شاب صالح نشأ فی عبادہ اللہ" کے مصداق مولوی مفتی عبدالصمد رشیدی سلمہ مدرس جامعہ اشرف

العلوم رشیدی گنگوہ کی قلمی کاوش ہے جو انہوں نے اپنے تعلیمی تجربات اور درسی تقاضوں کو سامنے رکھ کر بڑی محنت سے تیار کی ہے، واضح رہے کہ مولانا عماد الدین نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ پندرہویں صدی عیسوی کے مشہور نقشبندی بزرگ اور صوفی شاعر ومؤرخ ہیں جنہیں سلوک واحسان میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا وہ اپنے زمانہ کے مشائخ کبار میں سرفہرست تسلیم کئے جانے والے صاحبِ دل اسکالر تھے، انہوں نے کئی ایک موضوعات پر اپنے قلم کو سلامی دی ہے اربعین جامی بھی آپ کا ترتیب دادہ منتخب احادیث کا وقیع مجموعہ ہے۔

مولوی عبدالصمد رشیدی سلمہ نے جہاں اس کا تحت اللفظ ترجمہ کیا ہے وہیں تخریجِ احادیث کے ساتھ اس کے مقام ومرتبہ کی بھی نشان دہی کی ہے کہ آیا وہ کس درجہ کی روایت ہے، موصوف نے جو بھی لکھا ہے تحقیق واسناد کے ساتھ لکھا ہے جس سے ان کے ذوقِ تحقیق کا عرفان ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ شرح مقبول ہوکر طالبین کیلئے نافع ثابت ہو، نیز مؤلف ومستفیدین کیلئے ذخیرۂ آخرت بھی، ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد، والسلام۔

خالد سیف اللہ عفا اللہ عنہ
خادم حدیث نبوی شریف ودارالاہتمام
جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۲۹/۱۲/۱۴۴۴ھ/ ۱۸/۷/۲۰۲۳ء

تقریظ

فقیہ جلیل محدث نبیل حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب گنگوہی
مدرس حدیث وافتاء جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم امابعد!

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری امت کے فائدے کے لئے چالیس احادیث امت مسلمہ کو پہونچائے یا حفظ کرائے، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن علماء اور شہداء کی جماعت میں اٹھائے گا، اور میں اس کے لئے قیامت کے دن شفاعت کرنے والا اور اس کی نیکی و بھلائی پر گواہی دینے والا ہونگا (مشکوٰۃ المصابیح ر ص:۳۶ر کتاب العلم، شعب الایمان، رقم:۱۷۲۶ر باب فی طلب العلم) اس عظیم الشان ثواب کیلئے سینکڑوں علماء امت نے اپنے اپنے طرز پر چہل حدیث لکھیں جو مقبول و مفید عام ہوئیں، اسی زریں سلسلہ کی ایک کڑی ''اربعین جامی'' ہے جو اپنی مثال آپ ہے، اس کی انفرادیت وجامعیت بے نظیر ہے، جس کے اندر دین کے بیشتر گوشوں پر تعلیمات نبوی ﷺ کا خلاصہ سامنے آجاتا ہے۔

قابل مبارک باد ہیں مولوی عبدالصمد رشیدی سلمہ مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ جنہوں نے بڑی عرق ریزی اور تخریج وتشریح کے ساتھ اربعین جامی کی شرح کو ترتیب دیا ہے، احقر نے مختلف مقامات سے اس کتاب کو دیکھا جسے اساتذہ وطلبہ کے لئے مفید پایا، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ مؤلف سلمہ کی اس سعی جمیل کو اپنی بارگاہ میں حسن قبول اور علمی وعوامی طبقہ میں مقبولیت نصیب فرمائے اور اپنی رضا کا ذریعہ بنائے، آمین۔

العبد محمد سلمان عفی عنہ

خادم تدریس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۲۰/۱۲/۱۴۴۴ھ

تقریظ

عالمِ کبیر خطیب شہیر

حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری مدظلہ

استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصليا، أما بعد!

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے امت کو جو خصوصی بشارتیں بعض کاموں پر ملی ہیں ان میں چالیس احادیث یاد کرنے پر آپ کی طرف سے تروتازگی اور آباد رہنے کی بشارت بہت معروف ہے، جس کی وجہ سے مسلمانوں کے یہاں چالیس احادیث یاد کرنے کا معمول رہا ہے، اور اسی لئے متعدد علماء نے چالیس احادیث کے مجموعے تیار کئے ہیں، جن میں علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کی ''اربعین'' نہایت مقبول ہے۔

اس وقت اسی اربعین جامی کی ایک سلیس اور مفید شرح سامنے ہے، جو ہماری مادر علمی جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے شعبہ عربی کے استاذ جناب مولانا عبدالصمد صاحب کھیڑوی زید مجدہ نے تیار کی ہے، اس شرح میں خود علامہ

جامی کے قلم سے ان احادیث کا فارسی منظوم ترجمہ اور مشہور ادیب و شاعر اور صحافی ورہنما مولانا ظفر علی خاں مرحوم کے قلم سے اردو منظوم ترجمہ شامل کیا گیا ہے، ساتھ ہی سلیس ترجمہ وتشریح خود شارح کے قلم سے ہے۔

دعاء ہے کہ اللہ رب العزت اس کو قبول عام عطا فرمائے اور مولانا کو مزید علمی خدمات کی توفیق سے نوازے، آمین، والسلام۔

محمد سلمان غفرلہ

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

۱۶/ربیع الآخر ۱۴۴۵ھ بروز بدھ

تقریظ

مقرر شیریں بیاں مفسر قرآن
حضرت مولانا محمد ساجد حسن صاحب مظاہری
استاذِ تفسیر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ان میں سے ایک بڑی نعمت ان کی اصلاح وفلاح کے لئے انبیاء ورسل کا سلسلہ جاری فرمایا، پھر سب سے آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اس کو ہر طرح سے مکمل فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جو احکاماتِ الٰہی اور دانشمندی کی باتیں سکھلائی اس کے دو حصے ہیں، ایک کتاب اللہ جو لفظاً ومعناً اللہ کا کلام ہے، دوسرے آپ ﷺ کے وہ ارشادات وتعلیمات جو آپ ﷺ نے اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے امت کو دئے اس کو حدیث وسنت کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں مشغول شخص کو تروتازہ وخوش وخرم رہنے کی دعائیں دی ہیں، اس لئے امتِ مسلمہ میں ہمیشہ ایک جماعت حدیث رسول کی تبیین وتشریح اور اشاعت میں مشغول رہی ہے، نیز احادیث کو ضبط کرنے میں چالیس کے عدد کی

اہمیت بھی ہے، کیونکہ احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے، اس لئے چہل حدیث کے حفظ وترتیب کا سلسلہ علماء امت میں خیر القرون سے چلا آتا ہے، مختلف ادوار میں علماء نے اپنے اپنے ذوق اور ضرورت کے پیش نظر چہل حدیث کے مجموعے ترتیب دئے، ان ہی میں سے ایک مجموعہ نویں صدی ہجری کے مشہور عالم دین مولانا عبدالرحمٰن جامی کا بھی ہے، جس میں مختصر اور جامع احادیث بیان کی گئی ہیں، یہ مجموعہ ہمارے بعض مدارس میں ابتدائی طلبہ کو حفظ کرایا جاتا ہے تاکہ بچوں کو ابتدا ہی سے حدیث کو یاد کرنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا شوق پیدا ہو جائے، اسی اربعین جامی کی شرح مدرسہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے استاذ صالح نوجوان مفتی عبدالصمد رشیدی سلمہ نے ترتیب دیکر حدیث شریف کی خدمت کا کام انجام دیا ہے، اس شرح میں موصوف نے مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر عبارت کی تصحیح نیز حدیث کی تشریح وتخریج کی ہے، اگر حدیث کتب ستہ کے علاوہ سے لی گئی ہے تو سند کے اعتبار سے صحیح یا ضعیف کی وضاحت بھی کردی ہے، ماشاء اللہ شرح کے ساتھ اب یہ مجموعہ طلبہ اور عوام کے لئے خوب نفع بخش ثابت ہوگا، باری تعالیٰ موصوف کے علم وعمل میں برکت فرمائے اور ان کی اس خدمت کو قبولیت سے نوازے آمین۔

محمد ساجد حسن مظاہری

۱۳/ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ

تقریظ

مولانا مفتی محمد احسان صاحب رشیدی
استاذ حدیث وفقہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

آپ کے پیش نظر نسخہ ''تحفۃ السامی'' شرح اردو اربعین جامی، چالیس احادیث مبارکہ اور تعلیمات وہدایات نبوی کی جامع شرح وتوضیح پر مشتمل شاندار اور قیمتی مجموعہ ہے، جس کو شیخ النحو والصرف ابوالبرکات نورالدین علامہ عبدالرحمٰن جامیؒ متوفی ۸۹۸ھ نے ترتیب دیا تھا، اربعینات کا یہ زریں سلسلہ دراصل حدیث مبارکہ **من حفظ علی امتی اربعین حدیثا بعثہ اللہ فقیھا و کنت لہ شافعا و شھیداً** میں دی گئی بشارت کو حاصل کرنے کیلئے ہے، کبار محدثین نے بھی اس میں پیش رفت فرمائی ہے، اور اب تو چھوٹے چھوٹے مکاتب میں بھی بچوں کو چالیس احادیث یاد کرانے کا اہتمام کیا جارہا ہے جو کہ اپنی ذات میں قابل تعریف ہی نہیں بلکہ قابل رشک ہے، جو بھی حضرات خدمتِ حدیث کے متعلق وارد فضائل اور دعاؤوں کے حصول کے متمنی اور مشتاق ہیں اور ابدی اقبال

مندیوں اور سعادتوں سے مالا مال ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے حدیث پاک کی خدمت سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہوسکتا، اس محنت کا دائرہ بڑا وسیع ہے، تمام عمر رات دن کی فنائیت کے بعد بھی تشنگی باقی رہ جاتی ہے، تاہم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے پیش نظر بڑھیا کے کاتے ہوئے قلیل سوت کی طرح خریداران یوسف میں نام درج کرانے کیلئے جو بھی کاوش ہو فائدہ سے خالی نہیں، آدمی رفتہ رفتہ ہی ترقی کرتا ہے

ایں سعادت بزورِ بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

میرے لئے تو قابل رشک ہے کہ مفتی عبدالصمد صاحب کھیڑوی نے جلیل القدر شخصیت علامہ عبدالرحمٰن جامی کی مشہور و مقبول اربعین کا ترجمہ اور تشریح کی مفید کوشش کی ہے، جس میں متن اعراب سے مزین کر کے ترجمہ و تشریح محقق و مدلل حدیث پاک کی مخلصانہ انداز پر حیثیت کو بھی منقح کیا ہے، اپنی نوعیت کی اساتذہ وطلباء کے لئے جامع شرح ہوگی، اللہ تعالیٰ قبولیت عامہ نصیب فرمائے اور مزید شاندار خدمتوں کا موقع عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

محمد احسان رشیدی

۱۳/ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ

باسمہ تعالیٰ

عرضِ مترجم

حامدًا ومصلیاً: اربعین یعنی ''چہل حدیث'' کتب سنت کی مشہور صنف ہے، علماء متقدمین ومتاخرین کے ہاں چالیس احادیث کا مجموعہ مرتب کرنے کا سلسلہ جاری رہا، جس کی ابتدا حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے کی تھی، اسی زریں سلسلہ کی ایک روشن کڑی حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی کی اربعین جامی بھی ہے، جس میں انتہائی مختصر اور جامع احادیث بیان کی گئی ہیں، اسی وجہ سے یہ کتاب ہمارے مدارس کے درس نظامی کا ایک لازمی جز ہے، جو عوام وخواص سب کے نزدیک مقبول ہے، اللہ رب العزت کے فضل سے جب ناچیز کو جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں اس کے روح رواں پیر طریقت، رہبر شریعت استاذ الاساتذہ مرشدی ومولائی حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب قاسمی نقش بندی گنگوہی دامت برکاتہم کی نگاہ شفقت ونظر عنایت سے ۲۰۰۹ء میں تدریس کی سعادت میسر ہوئی تو اگلے سال اربعین جامی ناچیز کے زیر درس رہی، دوران درس اس کی احادیث کی تخریج وتوضیح میں کافی مشقت اور دشواری کا سامنا کرنا پڑا، اس کی کوئی مفید شرح ناچیز کی ناقص نگاہ سے نہیں گزری اس کا جو نسخہ ہمارے مدارس میں داخل نصاب ہے اس کے اندر بھی کافی اغلاط تھیں، کچھ مخلص احباب وتلامذہ نے اس کمی کو پورا کرنے کا ناچیز کو مشورہ دیا تو ۱۴۴۱ھ/ ۲۰۱۹ء میں اللہ رب العزت

کے بھروسہ پر از سرنو اس کی شرح پر کام شروع کر دیا اور اس کے مطبوع وغیر مطبوع متعدد نسخے سامنے رکھ کر حتی الوسع تصحیح کی کوشش کی ، احادیث کا مطلب فارسی اشعار کی شکل میں خود علامہ جامیؒ نے کیا اور اس کو اردو زبان میں مولانا ظفر علی خان لاہوری نے منظوم کیا ہے اس کو بھی اس شرح میں شامل کرلیا گیا ، تمام احادیث کی تخریج کردی گئی اور اگر وہ غیر صحاح ستہ سے لی گئیں تو ان کی صحت وضعف کا حکم بھی نمایاں کر دیا گیا، ترجمہ کے ساتھ ساتھ مختصر اور آسان تشریح بھی کردی گئی ۔اس موقعہ پر دل کی گہرائیوں سے ان تمام حضرات ، اساتذۂ کرام، احباب عظام کا شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر طرح سے کتاب کے منظر عام پر آنے تک تعاون فرمایا اور ناچیز کی برابر حوصلہ افزائی فرمائی۔

یہاں پر اس بات کی بھی وضاحت کرتا چلوں کہ ناچیز کی طرف سے ہر مسلمان کیلئے اس کتاب کو شائع کرنے کی اجازت ہے اس کا کوئی حق طبع بحق ناشر یا مؤلف محفوظ نہیں ہے، چونکہ احادیث مبارکہ اور علوم شرعیہ کی نشر واشاعت ایک بابرکت عمل ہے جو شخص روز وشب اس کوشش میں بسر کرے وہ یقیناً خوش نصیب انسان ہے۔

ناچیز کو خامہ فرسائی کا کوئی سلیقہ بھی نہیں ہے اس لئے جنبش قلم کسی طرح کی لغزش کا شکار ہوسکتی ہے، لہذا اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ کسی طرح کی لغزش پر تنقید برائے تنقیص سے صرف نظر کرتے ہوئے بغرض تصحیح اس کی نشان

دہی فرمائیں گے، ناچیز کو اپنی کم علمی، نا تجربہ کاری، اور قلم وقرطاس سے لاتعلقی کی بنا پر قبول کرنے میں کچھ عار نہ ہوگا، آخر میں قارئین سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس ناچیز اور اس کے والدین واساتذہ کرام ومعاونین عظام کو اپنی دعاء خیر میں فراموش نہ فرمائیں، دست بدعاء ہوں کہ اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم سے اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور معلمین و متعلمین کیلئے نفع بخش بنائے آمین ثم آمین۔

عبدالصمد رشیدی کھیڑوی
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ
۲۴؍ذی قعدہ ۱۴۴۴ھ بروز چہارشنبہ/۱۴؍جون ۲۰۲۳ء
موبائل:9548265740

مقدمہ

اساتذۂ فن اور ارباب درس وتدریس کی یہ عادت شریفہ رہی ہے کہ جب بھی وہ کسی علم وفن کوشروع کرتے ہیں تو پہلے طلبہ کے سامنے اس فن سے متعلق کچھ ابتدائی باتیں بیان کرتے ہیں جن کو اس فن کے مبادیات کہا جاتا ہے اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ مبتدی طالب علم کے سامنے فن کا ایک اجمالی اور مختصر سا تعارف آجائے اوراس کوفن سے متعلق کچھ واقفیت حاصل ہوجائے اوروہ پورے شوق وانہماک کے ساتھ علی وجہ البصیرۃ اس سے کما حقہ استفادہ کرسکے۔

یہ کتاب ''اربعینَ جامی'' فنِّ حدیث میں ہے تو حدیث کی تعریف ، موضوع، غرض وغایت اورفضیلت ذکر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حدیث کی لغوی تعریف

حدیث کے معنیٰ لغت میں جدید، ذکر، خبر، بیان، گفتگواور بات کے آتے ہیں، حَدَثَ یَحْدُثُ حُدُوْثًا (ن) واقع ہونا، پیدا ہونا، نو پیدا ہونا، جدید ہونا، جمع أَحَادِیثُ، حِدْثَانٌ، حُدْ ثَانٌ۔

اصطلاحی تعریف

حضور اکرم ﷺ کے اقوال، افعال واحوال اورتقریرات کوحدیث کہتے

ہیں، حدیث کو خبر اور اثر بھی کہتے ہیں، عموماً صحابہؓ کے اقوال کو آثار کہتے ہیں، بعض حضرات نے صحابہ اور تابعین کے اقوال وغیرہ کو بھی حدیث میں شامل کیا ہے۔

وجہ تسمیۂ حدیث

حدیث کے لغوی و اصطلاحی معنیٰ میں مناسبت یہ ہے کہ اس علم کے ذریعہ احکام دین کا صحیح بیان نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کے احوال وافعال کی خبریں اوران کے اقوال معلوم ہوتے ہیں اوراس میں ان کی عملی زندگی کا ذکر ہوتا ہے، نیز اللہ کے کلام قدیم (قرآن مجید) کے مقابلہ میں کلام رسول (حدیث) جدید ہے۔

موضوعِ حدیث

ذات رسول من حیث الرسول ہے یا ذاتِ رسول ﷺ آپ کے اقوال واحوال وتقریرات کی حیثیت سے۔

غرض وغایت

السعادة فی الدارین یعنی اس علم شریف کی شرافت وکرامت وفضیلت کی وجہ سے دونوں جہاں میں کامیاب ہوجانا۔ (ماخوذ از ظفر المحصلین، مراۃ الانوار)

فضیلت علم حدیث شریف

حدیث شریف کی فضیلت کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ اس کے قائل صاحب لولاک، باعث تخلیق کائنات، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے فضائل ومکارم اور محامد ومدائح کا احصاء کسی بشر کے لئے ممکن نہیں، ایک حدیث میں

ہے عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ”نَضَّرَاللّٰہُ إِمْرَءً اً سَمِعَ مِنِّیْ حَدِیْثًا فَبَلَّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ“.

(صحیح ابن حبان /رقم:٦٦/ج:١ ص:٢٦٨/ کتاب العلم، ذکر دعاء المصطفی ﷺ لمن أدی من أمتہ حدیثا سمعہ، جامع الترمذی أبواب العلم /رقم:٢٦٥٦/ باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، مشکوۃ المصابیح /رقم:٢٣٠/ص:٣٥/کتاب العلم)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تروتازہ رکھے اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو میری کوئی بات سنے اور جس طرح اس کو سنے اسی طرح دوسروں تک پہونچادے کیونکہ بعض اوقات (براہِ راست) سننے والے کے مقابلہ میں وہ شخص اس کو زیادہ بہتر محفوظ کرتا ہے جس تک وہ بات پہونچائی گئی۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ:سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَاءَ نَا قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا خُلَفَاؤُکُمْ؟ قَالَ: اَللَّذِیْنَ یَأْتُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ یَرْوُوْنَ أَحَادِیْثِیْ وَسُنَّتِیْ وَیُعَلِّمُوْنَھَا النَّاسَ.

(المعجم الأوسط للطبرانی رقم:٥٨٤٦/ المحدث الفاضل الرامھر مزی رقم:٦ / باب فضل الناقل لسنۃ رسول اللہ ﷺ، کنز العمال رقم:٢٩١٦٨)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے: اے اللہ ہمارے خلفاء پر رحم فرما (صحابہ کہتے ہیں) ہم نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: جو میرے بعد آئیں گے روایت کریں گے میری احادیث اور سنت کو اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیں گے۔

عَنْ أَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاحَدُّ الْعِلْمِ الَّذِیْ إِذَا بَلَغَہُ الرَّجُلُ کَانَ فَقِیْھًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَفِظَ عَلٰی أُمَّتِی أَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ أَمْرِ دِیْنِھَا بَعَثَہُ اللّٰہُ فَقِیْھًا وَکُنْتُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شَافِعًا وَّشَھِیْدًا.

(مشکوۃ المصابیح رقم:۲۵۸رص:۳۶رکتاب العلم،شعب الایمان للبیہقی رقم:۱۷۲۶رباب فی طلب العلم)۔

حضرت ابودرداءؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ علم کی وہ کونسی مقدار اور حد ہے جس تک پہونچنے سے آدمی فقیہ یعنی عالم ہوجاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جوشخص میری امت کے نفع کیلئے دینی امور سے متعلق چالیس احادیث یاد کرلے تو اللہ اس کو (آخرت میں) فقیہ بنا کر اٹھائے گا اور میں اس کیلئے قیامت کے دن شفاعت کرنے والا اور اس کی نیکی وبھلائی پر گواہی دینے والا ہونگا۔

حالات مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ

نام ونسب

نام عبدالرحمٰن، لقب اصلی عماد الدین، لقب مشہور نورالدین، کنیت ابوالبرکات، والد کا نام نظام الدین احمد، دادا کا نام شمس الدین محمد، آپ کے دادا محمد نے امام محمد بن حسن شیبانی کی اولاد سے ایک صاحبزادی سے نکاح کیا تھا جن کے بطن سے حضرت جامیؒ کے والد احمد پیدا ہوئے، آپ کا تخلص جامی تھا۔

پیدائش اور وطن عزیز

مولانا جامی کی ولادت بروز چہارشنبہ ۲۳/شعبان المعظم ۸۱۷ھ مطابق ۷/نومبر ۱۴۱۴ء کو بوقت عشاء ''جام'' کے موضع خُرجرد میں ہوئی جو اب افغانستان کے صوبہ غور میں واقع ہے بعد میں ہرات کی طرف منتقل ہوگئے تھے۔

تحصیلِ علوم

آپ نے اپنے زمانہ کے مشاہیر علماء وفضلاء سے علم کی تحصیل کی جن کے اسماء آپ کے تلمیذ خاص مولانا عبدالغفور لاریؒ نے آپ کی تصنیف نفحات الانس پر جو حواشی لکھے ہیں ان میں تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے حالات زندگی پر بحث کی ہے انہوں نے لکھا ہے: پہلے صرف ونحو کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی پھر مولانا خواجہ علی سمرقندیؒ تلمیذ میر سید شریف جرجانیؒ

اورمولانا شہاب الدین محمد جاجرمیؒ تلمیذ مولانا سعد الدین تفتازانی اور مولانا جنید اصولیؒ کے حلقہائے درس میں شریک ہوئے ،طلبہ مولانا جنید سے شرح مفتاح پڑھتے تھے اور یہ ان کو سمجھایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب سے سمرقند آباد ہوا ہے اس وقت سے اب تک عبدالرحمٰن جامی جیسا جید الطبع نہیں آیا، ہرات میں ملا علاء الدین قوشجیؒ شارح تجرید سے مباحثہ ہوا اور آپ ہی غالب رہے، یہاں تک کہ علامہ قوشجی کو اپنے طلبہ سے یہ کہنا پڑا کہ مجھے یقین ہوگیا کہ نفس قدسی اس عالم ودانشمند آدمی میں موجود ہے۔

تصوف وسلوک

جب آپ ظاہری علوم کی تکمیل سے فارغ ہوگئے تو ایک روز کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا جو آپ سے کہہ رہے ہیں ''اِتَّخِذْ حَبِیْبًا یَھْدِیْکَ '' کہ آپ ایسا دوست پکڑلیں جو آپ کو علوم باطن کی ہدایت کرے،خواب سے بیدار ہوئے اور اس واقعہ سے نہایت متاثر ہوئے پس آپ سمرقند سے خراسان منتقل ہوکر خواجہ عبیداللہ الاحرار نقشبندیؒ کے حلقہ میں داخل ہوگئے خواجہ کی محبت کے فیوض وبرکات نے آپ کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہونچایا، شیخ سعد الدین کاشغریؒ سے بھی استفادہ کیا اور دیگر مشائخ عظام سے بھی ملاقات ہوئی، ۸۷۷ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور بلاد شام میں دمشق وحلب وغیرہ کا سفر کیا وہاں سفر حج کے علماء ومشائخ نے آپ کی تعظیم وتکریم کی۔

آپ کا ایک دلچسپ مناظرہ

ایک بار مولانا جامی بغداد کے سفر پر تھے وہاں شیعہ مذہب کے چند علماء نے آپ کی مثنوی سلسلۃ الذہب کے بعض اشعار پر اعتراض کیا اور مولانا سے بحث کرنے پر آمادہ ہوگئے، چنانچہ اس بارے میں ایک بڑی مجلس ترتیب دی گئی جس میں اس عہد کے بغداد کے صلحاء وعلماء اور حاکمان وقت نے شمولیت کی، شیعہ علماء کی طرف سے ایک شخص جو تمام شیعوں میں سخت شیعہ تھا اور جس کا نام نعمت حیدری تھا مولانا جامی کے مقابلہ میں بحث کیلئے آگے آیا، کتاب سلسلۃ الذہب سامنے پڑھی گئی حضرت جامی نے خوشی سے فرمایا کہ ہم نے سلسلۃ الذہب میں حضرت امیر (علیؓ) اور ان کی اولاد بزرگوارؓ کی تعریف کی تو ہم خراسان کے سنّیوں سے خوفزدہ تھے کہ مبادا وہ ہمیں رافضی خیال کریں لیکن ہمیں کیا علم تھا کہ ہم بغداد میں رافضیوں کی ایذا کا شکار ہوجائیں گے، حاضرین مجلس نے کہا ایسے اوصاف حضرت امیر علی کے کسی نے بیان نہیں کیے شیعہ لاجواب ہوگئے پھر حضرت جامی نے نعمت حیدری سے پوچھا تم شرعی نقطہ نظر سے مجھ سے مباحثہ کرنا چاہتے ہو یا طریقت کی رو سے وہ بولا دونوں طرح سے، حضرت جامی نے فرمایا پہلے اٹھو اور شرعی حکم کے مطابق مونچھوں کے بڑھے ہوئے بال درست کرلو جو مدت سے تم نے نہیں کٹوائے ادھر جامی نے یہ بات کہی ادھر شیروان کے بعض لوگ جو جامی کی حمایت کیلئے اس مجلس میں آئے بیٹھے تھے لپکے اور نعمت حیدری کو گھیر لیا اور قینچی

پہونچتے پہونچتے اس کی آدھی مونچھیں عصا پر رکھ کر چھری سے کاٹ ڈالیں اور باقی قینچی سے کاٹ ڈالیں جب اس کی مونچھیں تمام کٹ چکیں تو جامی نے فرمایا چونکہ یہ کام تو نے اپنے ہاتھ (اپنی مرضی) سے انجام نہیں دیا لہذا تو اہل طریقت کی نظر میں از روئے طریقت مردود ہے اور لباس فقر تم پر حرام ہے، لہذا اب تم پر ضروری ہے کہ شیخ وقت کے پاس جاؤ تا کہ وہ تمہارے حق میں فاتحہ وتکبیر پڑھے پھر اہل طریقت کے قاعدے کے مطابق ضروری ہے کہ کچھ مدت کربلا میں رہ کر سادات سے تکبیر قبول کروا کر واپس مباحثہ کیلئے آؤ، حکام نے نعمت حیدری کو برا بھلا کہا اور عوام نے بھی ملامت کی، پھر اسی مجلس میں ٹوپی پہنا کر گدھے پر الٹا سوار کر کے عوام وخواص کے سامنے بطور سزا وتشہیر بغداد کے بازار میں گھمایا گیا اس طرح سے حضرت جامی کو مناظرہ میں فتح نصیب ہوئی۔

شعروشاعری

شعروشاعری سے نہ صرف یہ کہ آپ کو دلچسپی تھی بلکہ فارسی شعراء میں آپ کو ممتاز مقام حاصل ہے، مثنوی طرح نوئی، یوسف زلیخا، لیلیٰ مجنوں وغیرہ متعدد کتب منظومہ کے علاوہ آپ کا مستقل ''دیوان کلیاتِ جامی'' کے نام سے مطبوع ہے جو قصائد، غزلیات، مدیحات، ترجیعات اور مقطعات پر مشتمل ہے۔

آپ کا مسلک ومشرب

مولانا جامی اہل سنت والجماعت میں سے تھے اور حنفی مذہب تھے اس

بارے میں ان کا پورا کلام منظوم وغیر منظوم شاہد وصادق ہے اور تصوف میں طریقت نقش بندیہ سے منسلک تھے اور اس مسلک میں آپ کا مقام بہت بلند ورفیع ہے، چنانچہ زندگی کے آخری سالوں میں آپ ایک مرشد وپیشوا اور اس گروہ کے قطب منتخب ہوئے تھے، مولانا کو نقش بندی طریق کے ساتھ ایک خاص تعلق وانس تھا، آپ نے اپنی تالیفات وتصنیفات میں اس مسلک کی بڑی تعریفیں کی ہیں اور نقش بندی سلسلہ کے بزرگوں کے کلام کی شرح وتفسیر بھی لکھی ہے۔

آپ کا عشق رسول

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے اپنی کتاب فضائل اعمال ص:۶۲ ۷ر فضائل درود شریف میں اپنے والد صاحب کی زبانی ایک قصہ نقل کیا ہے کہ مولانا جامی اپنی مشہور نعت جو ''یوسف زلیخا'' کے شروع میں ہے، کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کیلئے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہوکر اس نظم کو پڑھیں گے جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی حضور اقدس ﷺ نے خواب میں ان کو ارشاد فرمایا کہ اس (جامی) کو مدینہ نہ آنے دو امیر مکہ نے ممانعت کردی مگر ان پر جذب وشوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چلدئے، امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا وہ

آ رہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو، امیر مکہ نے آدمی دوڑائے اوران کوراستہ سے پکڑوا کر بلایا، ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آکر میری قبر پر کھڑے ہوکر پڑھنے کا ارادہ کررہا ہے اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کیلئے ہاتھ نکلے گا جس سے فتنہ ہوگا اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز واکرام کیا گیا۔

آپ کی تصانیف

تصانیف بھی آپ نے تھوڑی سی مدت میں بہت کیں جن کی تعداد ۵۴ر چوّن تک پہونچتی ہے جو آپ کے تخلّص ''جامی'' کے اعداد ہیں، بعض حضرات نے ۹۹ر کہا ہے۔

وفات

مولانا جامی کی زندگی کا جام بروز جمعہ ۱۸ر محرم الحرام ۸۹۸ھ مطابق ۹ر نومبر ۱۴۹۲ء ہرات افغانستان میں بوقت اذان جمعہ چھلک گیا اور خیابان ہرات افغانستان میں تدفین عمل میں آئی اور آپ کے پیر بزرگوار مولانا سعد الدین کاشغریؒ کے مزار کے بالمقابل آپ کی قبر ہے جہاں آپ کی قبر ہے وہ جگہ ''تخت مزار'' کے نام سے مشہور ہے خیابان کے اس علاقہ میں بزرگوں کے مزارات

کثرت سے واقع ہیں، آپ کی مدت حیات قمری سال کے اعتبار سے ۸۰/سال ۴/ماہ ۲۵/ یوم اور شمسی سال کے اعتبار سے ۷۸/سال ۳/ یوم تھی، آپ کی مدت حیات کا مادہ لفظ ''کاس'' سے نکلتا ہے جس کے معنیٰ عربی میں جام ہی ہوتا ہے کاس کے ابجد میں ۸۱/اعداد ہیں جوان کی عمر اکیاسی کے برابر ہیں آپ کی تاریخ وفات آیت ''وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ آمِنًا'' کے اعداد سے ظاہر ہے جس کو بعض شعراء نے نظم کر کے آپ کی مرقد مطہرہ کی تختی پر کندہ کیا ہے ؎

جامی که بود مایل جنت مقیم گشت
فی روضة مخلدة ارضها السماء
کلک قضا نوشت رواں بردر بهشت
تاریخه "ومن دخله کان آمنا"

(ماخوذ از حیات جامی، شرح کلام جامی، ظفر المحصلین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث نمبر: ۱) عَنْ أَنَسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَايُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔

صحیح البخاری رقم: الحدیث ۱۳ / کتاب الإیمان ،صحیح مسلم رقم: ۴۵/ کتاب الإیمان بلفظ حتی یحب لجارہ اوقال لأخیه، جامع الترمذی رقم: ۲۵۱۵/ابواب الصفة القیامة والرقائق والورع، مشکوٰۃ المصابیح /ص: ۴۲۲/ رقم: ۴۹۶۱/ باب الشفقة والرحمة علی الخلق بلفظ لایؤمن عبد، سنن النسائی رقم: ۵۰۱۹/ بلفظ مایحب لنفسه من الخیر ،أحمد فی المسند رقم: ۱۳۱۴۶/ ، ۱۳۶۲۹/ عن انس۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تم میں کوئی (کامل) مؤمن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ پسند کرے اپنے بھائی کیلئے وہی چیز جو اپنے لئے پسند کرے۔

ہر کسے رالقب مکن مؤمن — گرچہ از سعی جان وتن کاہد
تا نخواہد برادر خود را — آنچہ از بہر خویشتن خواہد (جامی)

مسلمانوں اسی صورت میں تم ہو اہل ایمان سے
کہ جو الفت ہے اپنے نفس سے، ہو اپنے اخوان سے
(ظفر علی خاں)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں سمجھا جائے گا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کیلئے اس چیز کو پسند نہ کرے جس کو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے، چیز سے مراد دنیا وآخرت کی بھلائی نیک اعمال اور اچھے احوال کی سعادت نصیب ہو، خاتمہ بخیر ہو قبر کی سختیوں، قیامت کے دن کی

بازپرسی اور دوزخ کے عذاب سے نجات حاصل ہو اپنے اعمال صالحہ کے سبب سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں اعلیٰ درجات ملیں اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل ہو اسی طرح دنیا کی بھلائی یہ ہے کہ عزت وآبرو اور نیک نامی وخوشحالی کی زندگی نصیب ہو، مال ودولت اور اسباب راحت حاصل ہوں، اچھے احوال وکردار کے حامل اہل خانہ اور صالح وفرماں بردار اولاد کی نعمت ملے اور یہ سب چیزیں آخرت کا وسیلہ بنیں جو مسلمان دنیا وآخرت کی ان نعمتوں اور بھلائیوں کو اپنے لئے چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ انہیں دنیوی واُخروی نعمتوں اور بھلائیوں کو سارے مسلمانوں کیلئے چاہے کیوں کہ یہی کمال ایمان بھی ہے اور یہی اخوت کا تقاضا بھی ہے (مظاہر حق جدید رص:۵۳۲رج:۵)۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۲) عَنْ أَبِیْ أُمَامَةَؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:

مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطٰی لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ ۔

سنن أبی داؤد رقم: ۴۶۸۱/ أول كتاب السنة ، جامع الترمذی رقم: ۲۵۲/أبواب صفة القيامة والرقائق والورع ، عن معاذ بن أنس مع تقديم وتاخير وفيه فقد استكمل إيمانه،مشكوة المصابيح رقم: ۳۰/ص: ۱۲/كتاب الإيمان،المستدرک للحاكم كتاب النكاح رقم: ۲۶۹۴/ بزيادة "وانكح لله" وقال هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه ،أحمد فی المسند عن معاذ بن أنس رقم: ۱۵۶۱۷/ ۱۵۶۳۸ ۔

ترجمہ: حضرت ابوامامہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے اللہ ہی کیلئے محبت کی اور اللہ ہی کیلئے بغض رکھا اور اللہ ہی کیلئے دیا اور اللہ ہی کیلئے منع کیا یقیناً اس نے ایمان کو کامل کرلیا۔

ہرکہ درحب وبغض ومنع وعطا　　نبو دش دل بغیر حق مائل
نقد ایمان خویش رایابد　　بر محکِ قبول حق کامل

عطا و منع وحب وکیں میں جو اللہ والے ہیں
وہی ایمان میں کامل اور سیدھی راہ والے ہیں

تشریح: مطلب یہ ہے کہ بندہ جو کام بھی کرے محض اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے کرے اس کا کوئی بھی فعل وعمل کسی غرض فاسد، جذبۂ نام ونمود اور نمائش وریا کے تحت نہ ہو، مثلاً اگر وہ کسی سے محبت وتعلق رکھتا ہے یا کسی سے دشمنی وعداوت رکھتا ہے تو اس کی بنیاد محض نفس کی خواہش یا کسی دنیوی مقصد وغرض پر نہ ہو بلکہ یہ دیکھے کہ کس شخص سے محبت وتعلق رکھنا اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے اور کس سے نفرت ودشمنی رکھنا اللہ کو مطلوب ہے، ظاہر ہے کہ اللہ کے نیک وصالح اور فرماں بردار بندوں سے محبت کرنا چونکہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے اس لئے وہ اس شخص سے محبت وتعلق رکھے جو نیک، صالح، اطاعت گزار اور مخلص مؤمن ومسلمان ہو اور چونکہ ایسے شخص سے بغض وعداوت رکھنا ہی اللہ کو

مطلب ہے جو سرکش ونافرماں بردار ہو، اس لئے اس سے بغض وعداوت رکھے اور اس سے محبت کا تعلق قائم نہ کرے، اسی طرح اپنا مال خرچ کرنے اور خرچ نہ کرنے کے بارے میں بھی اللہ ہی کی رضا وخوشنودی کو سامنے رکھے یعنی اگر خرچ کرے تو ایسی جگہ اور ایسے مصارف میں خرچ کرنا اللہ کو مطلوب وپسندیدہ ہے جہاں خرچ کرنا نہ صرف یہ کہ کوئی ثواب کا کام نہیں بلکہ گناہ کو لازم کرتا ہے وہاں خرچ کرنے سے اجتناب کرے اور کسی ایسے شخص یا جماعت کے ساتھ مالی امداد ومعاونت نہ کرے جو اللہ کی نظر میں مقبول وپسندیدہ نہ ہو، یہی وہ چیز ہے جس کو تکمیل ایمان کا باعث قرار دیا گیا ہے (مظاہر حق جدید/ص:۸۹/ج:۱)۔

حدیث میں ''فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَان '' میں ''الإيمان'' نصب کے ساتھ ہے بعض نے کہا کہ ''الإيمان'' مرفوع ہے یعنی اس کا ایمان کامل ہوجائے گا (مرقاۃ المفاتیح/ص:۱۸۵/ج:۱)۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۳) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

أَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

صحيح البخارى رقم: ١٠، ١١/ كتاب الإيمان ، صحيح مسلم رقم: ٤٠، ٤١، ٤٢/ كتاب الإيمان، جامع الترمذى رقم: ٢٦٣٦/ كتاب الإيمان، سنن أبى داؤد رقم: ٢٤٨١/ ١/ كتاب الجهاد ، سنن النسائى رقم: ٤٩٩٩/ كتاب الإيمان ، مشكوٰة المصابيح رقم: ٣٣/ ص: ١٢/ كتاب الايمان ، أحمد فى المسند رقم: ٦٥١٥، ٦٨٠٦/ عن عبدالله بن عمر ، المستدرک للحاكم رقم: ٢٥/ كتاب الإيمان وفيه زيادة المؤمن من أمنه

الناس، صحیح ابن حبان رقم: ۱۸۰، ۲۳۰/ کتاب الإیمان ۔

ترجمہ: عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔

مسلم آں کس بود بقولِ رسول گرچہ عامی بُود وَگر عالم

کہ بہر جا بود مسلمانے باشد از قول وفعل اوسالم

تیرا قول وفعل ایذا نہ دیتا ہو جو مسلم کو

تو اے مسلم پہونچ جاتا ہے اسلام کی لم کو

تشریح: کامل درجہ کا مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان کے ہاتھ سے دیگر مسلمان وغیر مسلم مارنے سے، قتل سے، عمارت ڈھانے سے، دھکا دینے سے اور باطل لکھنے سے اور دیگر غیر شرعی وتکلیف دہ کاموں سے محفوظ و مامون رہیں اور زبان سے گالی گلوچ، لعنت، غیبت، چغلی، بدکلامی، کذب بیانی اور دیگر فواحشات سے لوگ سلامت رہیں، یہی لوگ حقیقی وکامل مؤمن ومسلم ہیں اور قول کے بجائے ''لسان'' سے تعبیر کیا کہ کسی سے استہزا کیلئے زبان نکالنے کو بھی شامل ہو جائے اور بعض حضرات نے کہا ہاتھ کنایہ ہے تمام اعضاء سے اس لئے کہ افعال کی سلطنت اسی سے ظاہر ہوتی ہے جیسے پکڑنا، کاٹنا، روکنا، لینا اسی سے ہوتا ہے اور دونوں اعضاء کو اس لئے خاص کیا کیوں کہ تکلیف اکثر ان دونوں سے ہی دی جاتی ہے یا ان

دونوں سے ارادہ کیا جاتا ہے (ماخوذاز مرقاۃ المفاتیح رج:ارص:۲۷۶رکتاب الایمان)۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ٤) عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِیْ مُؤْمِنٍ أَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلْقِ۔

جامع الترمذی رقم: ۱۹۶۲/أبواب البر والصلة باب ماجاء فی البخل/ مسند الشهاب للقضاعی رقم: ۳۱۹/ شعب الإیمان للبیهقی رقم: ۱۰۳۳۶/الإعراض عن اللغو، مشکوة المصابیح رقم: ۱۸۷۲/باب الإنفاق و کراهية الإمساک/ص:۱۶۵۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دو خصلتیں مؤمن میں جمع نہیں ہوسکتیں کنجوسی اور بری عادت۔

بذل کن مال خوئے نیکو ورز — راہ ایماں گر ہمی پوئی
زانکہ در ہیچ مؤمنے باہم — نشود جمع بخل و بد خوئی

سرشت اسلام کی ہے مانع بخل وبداخلاقی
نواقض میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے ناچاقی

تشریح: مطلب یہ ہے کہ یہ دو خصلتیں ایسی ہیں جن کا وصف ایمان کے ساتھ کوئی میل نہیں ہے، لہذا جو کامل مؤمن ہے اس میں ان دو خصلتوں کا پایا جانا مناسب نہیں اور شیخ تورپشتیؒ فرماتے ہیں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو

مؤمن ہے اس میں یہ دو باتیں اس غایت درجہ کے ساتھ اکٹھا نہیں ہو سکتیں کہ اس کے عادات واطوار کالازمی عنصر بن کر رہ جائیں کبھی اس سے جدا ہی نہ ہوں اور وہ (مؤمن) اس پر راضی وخوش ہو، ہاں اگر یہ صورت ہو کہ بمقتضائے بشری کبھی بخل درآئے یا کوئی بدخلقی صادر ہو جائے اور اس کے بعد پشیمان ہو کر اپنے نفس کو ملامت کرے تو یہ کمال ایمان کے منافی نہیں۔

پھر جاننا چاہئے کہ خُلُق (لام کے ضمہ وسکون دونوں طرح درست ہے) اصل میں طبعی خصلت (سیرت) کو کہتے ہیں یہ طبعی خصلت اگر اس راستہ پر چلاتی ہے جو شارع نے دکھایا ہے اور جو شریعت نے بتلایا ہے تو اس کو حُسنُ الخُلقِ (خوش خلقی) سے تعبیر کیا جاتا ہے یعنی شریعت نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان کو اختیار کرنا اور شریعت نے جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے باز رہنا، اور یہ طبعی خصلت اگر خلاف شرع باتوں کا ارتکاب کراتی ہے تو اس کو سوء الخلق (بدخلقی) سے تعبیر کرتے ہیں اور یہاں حدیث میں بدخلقی سے یہی مراد ہے، یعنی خلاف شرع باتیں کرنا، نہ کہ وہ بدخلقی مراد ہے جو لوگوں میں مشہور ومتعارف ہے (مظاہر حق جدید، ص:۶۴۲، ج:۴)۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۵)عَنْ أَنَسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

يَشِيبُ ابْنُ آدَمَ وَتَشِبُّ فِيهِ خَصْلَتَانِ اَلْحِرْصُ وَطُوْلُ الْأَمَلِ۔

صحیح البخاری رقم: ۶۴۲۱/ کتاب الرقاق بلفظ یکبر ابن آدم ویکبر معه اثنتان حب المال وطول العمر/ صحیح مسلم بلفظ یهرم رقم:۱۰۴۷/ کتاب الزکاۃ / جامع الترمذی بلفظ یهرم رقم: ۲۳۳۹/ أبواب الزهد/أحمد فی المسند بلفظ یهرم رقم:۱۲۱۴۲/ عن أنس / شعب الإیمان بلفظ یهرم رقم: ۹۷۷۹، ۹۷۸۰ ۔شرح التلخیص بلفظ یشیب /ص:۴۴۵/ واللفظ لهٗ ابن ماجة أبواب الزهدرقم: ۴۳۳۴/ بلفظ یهرم / مشکوٰۃ المصابیح رقم:۵۲۷۰/بلفظ یهرم /ص: ۴۴۹/ باب الأمل والحرص / مرقاۃ المفاتیح/ج: ۹/ص: ۴۵۴/ بلفظ یهرم وفی روایة یشیب / کشف الخفاء /ص: ۴۸۹/ج: ۲/ رقم: ۳۲۵۴/ بلفظ یهرم وفی روایة یشیب۔

ترجمہ: حضرت انسؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدم زاد بوڑھا ہوتا چلا جاتا ہے اور اس میں دو خصلتیں جوان (وقوی) ہوتی چلی جاتی ہیں، لالچ اور آرزو کی درازی۔

آدمی را بہ پیری افزاید ہر زماں در بنائے عمر خلل
لیک دروے جواں شود دو صفت حرص بر جمع مال وطول امل

ہوا و حرص ہے وسمہ تمہاری زندگانی کا
بڑھاپے پر اسی سے رنگ چڑھتا ہے جوانی کا

تشریح: یہ حقیقت ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی بوڑھا ہو جائے اس کے مزاج واطوار اور اس کی جبلت پر مذکورہ بالا دونوں خصلتوں کی گرفت ڈھیلی نہیں ہوتی بلکہ عمر کے ساتھ ساتھ ان دونوں چیزوں کا زور بھی بڑھتا رہتا ہے اور بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا نفس (اگر علم وعمل اور ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ محفوظ وپاک نہ ہو جائے تو وہ) اپنی خواہشات اور اپنے جذبات کی گرفت میں رہتا ہے اور

ظاہر ہے کہ خواہشات وجذبات کی تکمیل، مال وآرزو کے بغیر نہیں ہوسکتی، دوسرے یہ کہ انسان جب بڑھاپے کی منزل میں پہونچ جاتا ہے تو اس میں ان نفسانی خواہشات وجذبات کا وجود توجوں کا توں قائم رہتا ہے لیکن وہ قوت عقلیہ کو جو قوت شہوانیہ کو قابو میں رکھتی ہے، کمزور ہوجاتی ہے اس لئے کہ وہ اس (قوت شہوانیہ) کے محرکات کو دفع نہیں کرسکتی، اسی اعتبار سے ان دونوں چیزوں کو جوان اور قوی سے تعبیر کیا گیا (ماخوذ از مظاہر حق جدید/ص:۱۰۱/ج:۶) یہاں پر حرص سے مراد اپنا حصہ حاصل کر کے دوسرے کے حصہ میں طمع رکھنا اور اَمَل سے مراد موت کی تیاری اور توشۂ آخرت سے غافل ہوکر دنیوی امور کی امیدوں کا طویل ہونا ہے، مذکورہ دونوں ہی خصلتیں مذموم ہیں (مرقاۃ المفاتیح/ج:۹/ص:۴۵۴)۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ٦) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ۔

جامع الترمذی رقم: ١٩٥٥/أبواب البر والصلة/أحمد فی المسند رقم: ٧٥٠٤/عن أبی هريرة/ سنن أبی داؤد، رقم: ٤٨١١/ كتاب الأدب بلفظ من لا،مسند الشهاب للقضاعی رقم: ٣٧٧/ فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم: ٩٠٢٨/ حرف الميم۔

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا تو اس نے اللہ کا (بھی) شکریہ ادا نہیں کیا۔

بتو نعمت زدست ہرکہ رسد   نہ بمیداں شکر گوئی پائے
کے بشکر خدا قیام کند   تارک شکر بندگان خدائے

وہ انسان جو نہیں منت پذیر انساں کے احساں کا
ادا حق اس سے ہوسکتا نہیں ہے شکر یزداں کا

تشریح: محسن کا شکر گزار ہونا انسان کی فطرت ہے، اگر کوئی شخص چھوٹا یا بڑا احسان کرے تو اس کا قولی یا فعلی شکریہ ادا کرنا چاہئے، شکر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور بندوں کو حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کریں اور قولی شکریہ محسن کی کچھ تعریف کرنا ہے اور قولی شکریہ کا کم سے کم درجہ دعا دینا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جس نے احسان کے جواب میں جزاک اللہ کہا اس نے بہت بدلہ دیدیا (جامع الترمذی رقم:۲۰۳۵ رأبواب البر والصلۃ) اور فعلی شکریہ یہ ہے کہ حسن سلوک کے جواب میں حسن سلوک کیا جائے۔

انسانوں کی شکر گزاری بھی ایک لحاظ سے اللہ کی شکر گزاری ہے پھر جس شخص کی طبع میں ناشکری ہو وہ اللہ کا شکر گزار بھی نہیں ہوگا، اس حدیث کے دو مطلب ہیں پہلا مطلب یہ ہے کہ جو لوگوں کے حسن سلوک کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا، کیوں کہ بندوں کے احسانات ظاہر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احسانات مخفی ہیں، پس جو شخص اس احسان کا شکر ادا نہ کرے جو ظاہر و باہر ہے وہ اس نعمت کا شکر کیسے ادا کرسکتا ہے جو مخفی ہے، دوسرا مطلب: جس

کی فطرت وعادت لوگوں کے انعام کی ناشکری کرنا ہے چنانچہ وہ لوگوں کے احسان کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ اللہ کی نعمتوں کی بھی ناشکری کرے گا، وہ کبھی اللہ کا شکر گزار نہیں ہوگا (تحفۃ الالمعی رص:۲۹۸رج:۵رفضل المعبود رص:۵۹۵رج:۵)۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۷)عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِؓ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مَنْ لَايَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللّٰهُ۔

صحیح البخاری رقم: ۷۳۷۶، کتاب التوحید / جامع الترمذی رقم: ۱۹۲۲/أبواب البر والصلة،صحیح مسلم رقم ۲۳۱۹/ کتاب الفضائل /مشکوٰة المصابیح رقم: ۴۲۹/ باب الشفقة،الأدب المفرد رقم: ۹۷۔

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہؓ سے منقول ہے کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔

رحم کن رحم زانکہ بررخ تو — درِ رحمت جز از تو بکشاید

تاتو بردیگراں نہ بخشائی — ارحم الراحمین نہ بخشاید

نہ آیا رحم جس کو بے کسوں اور ناتوانوں پر

لگائی مہر اس نے حق کی رحمت کے خزانوں پر

تشریح: اسلام کی تعلیم سراسر رحمت وشفقت اور ہمدردی وموانست پر

مبنی ہے، مخلوق خدا کے ساتھ رحم دلی سے پیش آنا قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ایثار نفس سے کام لینا صلہ رحمی ہے جو ایک بہترین صفت کہلاتی ہے اور اللہ رب العزت کو بے حد پسند ہے برخلاف اس کے اگر کوئی شخص بوقت ضرورت لوگوں پر رحم نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے بندے سے ناراض ہوجاتا ہے اور اس پر رحم نہیں کرتا۔

اس حدیث میں ''الناس'' کا لفظ عام ہے جو مؤمن وکافر اور متقی وفاجر سب کو شامل ہے بلا شبہ رحم سب کا حق ہے البتہ کافر وفاجر کے ساتھ سچی رحم دلی کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ اس کے کفر وفجور کے انجام کا ہمارے دل میں درد ہو اور ہم اس سے اس کو بچانے کی کوشش کریں اس کے علاوہ وہ اگر کسی دنیوی اور جسمانی تکلیف میں ہو تو اس سے اس کو بچانے کی فکر کرنا بھی رحمدلی کا یقیناً تقاضا ہے اور ہم کو اس کا بھی حکم ہے (معارف الحدیث رص:۱۱۳ر ج:۲)۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے ظاہر وباطن کی اچھی وبری کیفیات کو نہ صرف خوب واضح فرمایا بلکہ اس کے نتائج بھی بیان فرمائے، انہیں باطنی کیفیات میں سے رحم اور بے رحمی بھی ہے، جس کا اثر انسان کی داخلی اور خارجی زندگی میں نظر آتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے، رحمت مصطفیٰ کی بدولت ہم تک ایمان پہونچا، کیونکہ صحبت مصطفیٰ کی بدولت رحمت مصطفیٰ کا بھرپور فیضان صحابہ کرامؓ کو ملا، صحابہ کرامؓ کے

ذریعے رحم دلی، شفقت ونرمی اور فضل واحسان کی صورت میں ڈھل کر دنیا کے کونے کونے میں پہونچی اور اسلام کے پھیلنے کا سبب بنی، اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ بہت پسند ہے جو اس کی مخلوق کو فائدہ پہونچائے اور مخلوق کو فائدہ پہونچانے پر رحم دلی کا وصف ہی ابھارتا ہے، رحم ہی کی بدولت انسان میں دوسروں کی بھوک کا احساس پیدا ہوتا ہے، رحم ہی کے ذریعے انسان غریبوں کی مالی مدد، تباہ حالوں کی دادرسی، پریشان حالوں کی مشکل کشائی کر گزرتا ہے، رحم دلی ہی کی بدولت بندہ اس چیز سے بچتا ہے جو دوسروں کی تکلیف کا باعث بنتی ہو، رحم دل انسان کی گفتگو میں نرمی پیدا ہو جاتی ہے، اور وہ اخلاق وکردار کو داغ دار کرنے والی برائی سے چھٹکارا پالیتا ہے، اور ایسا شخص رحمت الٰہی کا بھی حق دار قرار پاتا ہے، یہ بھی ذہن میں رہے کہ رحم کا تعلق صرف انسان کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق سے ہے ان میں جانور بھی شامل ہیں، آج کل دیکھا جاتا ہے کہ گلی محلوں میں بچے اور نوجوان بلی، کتے، گدھے اور دیگر جانوروں کو بلاوجہ مار رہے ہوتے ہیں بلکہ بعض جگہ چڑیا کبوتر، طوطے اور دیگر چھوٹی چھوٹی مخلوق کو باندھ کر خوب کھیل تماشا بنایا جاتا ہے، والدین کو چاہئے کہ اپنی اولاد کو ایسے کام کرنے سے منع کریں اور مخلوق خدا کو سمجھائیں کہ بے رحم قابل رحم نہیں ہوتا۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۸)عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

أَلدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَافِيْهَا إِلَّا ذِكْرَ اللّٰهِ۔

جامع بيان العلم وفضله رقم: ١٣٥/جامع الترمذي رقم: ٢٣٢٢/بلفظ ألا وإن الدنيا أبواب الزهد/مشكوة المصابيح رقم: ٥١٧٦/ص: ٤٤/كتاب الرقاق/ شعب الإيمان رقم: ١٧٠٨/ باب في طلب العلم/ ابن ماجة ٤١١٢/أبواب الزهد۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

دنیا معلون ہے اور جو چیز دنیا کے اندر ہے وہ بھی ملعون ہے سوائے اللہ کی یاد کے۔

هدفِ لعنت خدائے آمد — دنیا وہر چہ ہست در دنیا
غیر ذکر خدا کہ صاحب ذکر — دردوعالم برحمت است اولیٰ

یہ دنیااور جو کچھ اس میں ہے لعنت کے قابل ہے
مگر جس کو خدایاد آئے وہ رحمت کے قابل ہے

تشریح: اس ارشادگرامی کا مقصد دنیا سے بے رغبتی کرنا اور یہ تعلیم دینا ہے کہ دنیا کی جن چیزوں کو خدا تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے جیسے تمام حرام وناجائز امور، ان سے اجتناب کرو کہ مبادا ان چیزوں کو اختیار کرنے کی وجہ سے تم بھی راندۂ درگاہ رب العزت قرار پاجاؤ گے، اور جو چیزیں خدا کے یہاں مقبول و پسندیدہ ہیں جیسے ذکر اللہ، نیک کام اور تعلیم وتعلم وغیرہ، ان کو اختیار کروتا کہ تم بھی

مقبول بارگاہ رب العزت قرار پاؤ، خدا کی پسندیدہ چیزوں سے عبادات وطاعات اورتمام وہ چیزیں مراد ہیں جو خدا کی خوشنودی کا باعث اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں، آگے حدیث کے الفاظ ہیں ''وما والاہ، وعالم أو متعلم ''اور خدا کی پسندیدہ چیزیں، عالم ومتعلم، یہ وہ چیزیں ہیں جن کو بارگاہ رب العزت میں مقبول قرار دیا گیا اور ذکر اللہ سے مراد اللہ کے نام کا ورد ہے یا پھر ہر وہ عمل خیر جو اللہ کی رضا وخوشنودی، اس کا تقرب حاصل کرنے اور اس کی عبادت کی نیت سے کیا جائے، تو معلوم ہوا کہ دنیا اور اس کی تمام چیزیں بے کار اور بے فائدہ ہیں سوائے اللہ کی پسندیدہ چیزیں اور عالم ومتعلم کے چنانچہ یہ حدیث ایک بڑی حکمت والی ہے اور جوامع الکلم ہے۔ اور اس میں ذکر اللہ مرفوع ہے اور ایک نسخہ میں منصوب ہے اور استثنا منقطع ہے (مظاہر حق جدید ص:۲۳ ر ج:۶ ر مرقاۃ المفاتیح ص:۳۷۲ ر ج:۹)۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۹)عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

لُعِنَ عَبْدُ الدِّیْنَارِ وَلُعِنَ عَبْدُالدِّرْهَمِ۔

جامع الترمذی رقم: ۲۳۷۵ ر أبواب الزهد وفی نسخة بلفظ لعن عبدالدرهم بغیر الواو العاطفة ر صحیح البخاری ۲۸۸۶ ر ۲۸۸۷ ر کتاب الجهاد والسیر بلفظ تعس عبدالدنیا والدرهم ر مشکوٰة المصابیح ر ص: ۴۴۱ ر رقم: ۵۱۸۰ ر کتاب الرقاق ر مرقاة المفاتیح ر ص: ۳۷۵ ر ج: ۹ ۔فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم: ۷۲۸۴ ر حرف اللام، سنن ابن ماجة

رقم: ۴۱۳۶/أبواب الزهد بلفظ تعس / المعجم الأوسط رقم: ۲۵۹۵، ۴۰۷۳/ بلفظ تعس / شعب الإيمان للبيهقي رقم: ۹۸۴، ۹۹۰۴/ بلفظ تعس السابع والعشرون باب في المرابطة في سبيل الله عزوجل۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لعنت کی گئی ہے دینار اور درہم کے غلام پر۔

گرچہ آفتابِ رحمتِ حق شامل ذرہٗ ذرہ عالَم

باد ازاں دور بندۂ دینار باد ازاں دور بندۂ درہم

جہاں میں جس قدر ہیں درہم ودینار کے بندے

ہیں ان کے واسطے پھیلے ہوئے پھٹکار کے پھندے

تشریح: لُعِنَ کے معنیٰ ہیں ہانک دینا، بھلائی سے محروم کردینا اور اللہ کی رحمت سے دور کردینا! حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مال وزر اور روپیہ پیسہ کی محبت میں اس طرح گرفتار ہوجائے کہ ان کی وجہ سے خدا کی عبادت وطاعت سے بُعد اختیار کرے تو وہ گویا مال وزر اور روپیہ پیسہ کا غلام ہے اور ایسا شخص تمام بھلائیوں سے محروم رحمت خداوندی سے دور اور راندۂ درگاہ رب العزت قرار دیا جاتا ہے (مظاہر حق جدید/ص:۲۴/ج:۶)۔

قرآن کریم کی مختلف آیات اور متعدد ارشاداتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دنیا کی مذمت اور اسکے طلب گاروں کی قباحت بیان کی گئی ہے، لیکن دنیا میں

زندگی بسر کرنے کیلئے دنیوی اسباب اور مال ودولت کے بغیر گزارا بھی نہیں ہوسکتا ہر انسان کے ساتھ کھانے پینے ، رہنے سہنے، پہننے اور اوڑھنے ودیگر ضروریاتِ زندگی لگی ہوئی ہیں پھران کی تکمیل کس طرح ہوگی؟ معاش اور دنیوی محنت وجدوجہد کے بغیر انسانی حاجتوں کو کیسے پورا کیا جاسکتا ہے؟ اس کے لئے شریعتِ اسلامی نے دوسروں کے سہارے زندگی گزارنے اور دوسروں پر بوجھ بننے سے منع کیا ہے، اور مسلمانوں کو ہدایت دی ہے کہ اپنے گزر بسر کے لئے خود اپنے ہاتھ سے کمائیں اور محنت کریں کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کریں، تاہم دنیا کے حصول اور اس سے بے نیازی کے درمیان بہت نازک فرق ہے جس کی رعایت اہلِ ایمان کیلئے نہایت ضروری ہے ، دنیا کے بغیر انسان کا گزارا بھی نہیں ہوسکتا اور دنیا سے اجتناب کی بھی تعلیم دی گئی ہے اسلام نے مالدار بننے اور زیادہ دولت کما کر پُروقار زندگی گزارنے سے منع نہیں کیا ہے، ہاں اتنا حکم ضرور ہے کہ دنیوی خزانوں میں بیٹھ کر بھی دل میں تواضع رہے اللہ کا خوف پایا جائے ، رب اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کئے جائیں، دنیا اور مال ودولت اگر حاصل بھی کرے تو اس سے دل نہ لگائے ، اس میں مصروف ہونے کی وجہ سے اقامتِ دین کا فریضہ کوتاہی اور غفلت کا شکار نہ ہوجائے ، بلاشبہ مال ودولت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے مگر اس کو ایک حد میں رہتے ہوئے استعمال کیجئے اسراف نہ کیجئے اور یاد رکھئے کہ دولت جس طرح اللہ تعالیٰ کو دینا آتا ہے اسی طرح وہ لینا بھی جانتا ہے، دولت پر اعتماد کرتے ہوئے اگر رب کو فراموش

کردیا گیا، تواضع وانکساری کے بجائے کبر ونخوت دماغ میں پیدا کرلی گئی تو پھر اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی طاقت نہیں بچاسکتی، ایسے ہی مال ودولت اور ہوس پرست پرلعنت کی گئی ہے۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۱۰) عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِیْدِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّیْ أَسْئَلُکَ عَمَّا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ فَقَالَ لَهُ: سَلْ عَمَّا بَدَأَلَکَ، فَقَالَ:.. أُحِبُّ أَنْ یُّوَسَّعَ عَلَیَّ فِی الرِّزْقِ قَالَ:

دُمْ عَلَی الطَّهَارَةِ یُوَسَّعُ عَلَیْکَ فِی الرِّزْقِ۔

کنزالعمال رقم: ۴۴۱۵۴/ بلفظ علیک فی الرزق (هذا حدیث طویل)جامع الأحادیث المسانید للسیوطی رقم: ۱۴۹۲۲، هذاالحدیث موضوع، ورواته مجاهیل وکان واضعه جمع متنه من الأحادیث الصحیحة ومن بعض کلام اهل العلم وبعض الفاظه منکرة لا توافق الادلة الشرعیة (تنبیهات سلسله نمبر:۱۵/ح: ۱/ص:۲۴۶/ مفتی عبدالباقی اخوانزاده مروجه موضوع احادیث کا علمی جائزه/ص: ۳۸۰)۔

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید ؓ فرماتے ہیں: کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: کہ میں آپ سے دنیا وآخرت سے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہو پوچھو تو اس نے کہا:...... میں چاہتا ہوں میرے رزق میں کشادگی کردی جائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہمیشہ باوضو رہا کر کشادگی کی جائے گی تیرے اوپر رزق میں۔

اے کز آلودگی تو شب و روز | فاقۂ و فقر تو زیادہ شود
باطہارت بباش تا بر تو | روزی تنگ تو کشادہ شود

اگر آلودہ داماں کو طہارت سے گرائش ہو
تو دن تنگی کے سب کٹ جائیں روزی میں کشائش ہو

تشریح: رزق میں برکت وسعت کیلئے ہمیشہ باوضو رہنا ایک بہترین عمل ہے۔

مسلمان کو ہمیشہ باوضو اور پاک وصاف رہنے کی عادت بنانی چاہئے تاکہ اس کی برکت سے بے شمار دنیوی واخروی فوائد وثمرات نصیب ہوں ان میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ رزق کی پریشانی سے اللہ محفوظ فرمادیتے ہیں، **فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهُ** (جامع الترمذی رقم: ۱۸۴۶ / کتاب الأطعمة باب الوضو قبل الطعام وبعده) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا باعث برکت ہے۔

اگر کہیں پانی نہ مل سکے تو تیمّم ہی کر لینا چاہئے اور ہمہ وقت باوضو رہنا یہ ایمان کی بھی علامت ہے پاکی وصفائی بھی حاصل ہو جاتی ہے اور گناہ بھی دھل جاتے ہیں اور شیطانی وساوس اور حملوں سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے بہت سے اکابر ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے، حضرت امام احمد بن حنبل ہمیشہ باوضو رہنے کا

اہتمام کرتے تھے اگر وہ بے وضو ہو جاتے تھے اور انہیں نیا وضو کرنے کیلئے قریب ہی دریا پر جانا ہوتا تھا تو پہلے تیمّم کر لیتے اس اندیشہ سے کہ کہیں دریا پر پہونچتے پہونچتے انہیں موت نہ آ جائے (منہاج القرآن دسمبر ۲۰۱۲ء) باوضو آدمی کو ہر وقت ثواب ملتا رہتا ہے اور ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ بھی رہتا ہے یہ بہت بہتر عمل ہے، حدیث شریف میں وضو پر پابندی کی ترغیب آئی ہے:

عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اسْتَقِيْمُوْا وَنِعِمَّا إِنِ اسْتَقَمْتُمْ وحَافِظُوا عَلَى الْوُضُوْءِ، فَإِنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ ، وَتَحَفَّظُوْا مِنَ الْأَرْضِ فَإِنَّهَا أُمُّكُمْ، وَإِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ عَامِلٌ عَلَيْهَا خَيْرًا أَوْ شَرًّا إِلَّا وَهِيَ مُخْبِرَةٌ بِهِ۔

ترجمہ: حضرت ربیعہ جرشیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (دین حق پر) استقامت اختیار کرو اگر تم نے استقامت اختیار کر لی تو یہ بہت اچھی بات ہے اور وضو پر ہمیشگی کرو، بے شک تمہارے اعمال میں بہتر عمل نماز ہے اور زمین (پر بد عملی کرنے) سے بچتے رہو کیونکہ یہ تمہاری اصل ہے (پیدائش کے اعتبار سے)، کوئی شخص ایسا نہیں جو اس زمین پر اچھا یا برا عمل کرے مگر یہ زمین اس کی خبر دے گی (الترغیب والترهيب للمنذری ر ص: ۱۶۲ ر ج: ۱ ر الترغيب فى المحافظة على الوضوء وتجديده، المعجم الكبير للطبرانی رقم: ۴۵۹۶ ر باب ۴۵۱ ر ربيعة بن الغاز الجرشی ر ج:۵)۔

ایک حدیث میں ہے: كَثِيْرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ أَبُوْهَاشِمِ النَّاجِيُّ قَالَ:

سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُوْلُ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بُنَيَّ! إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُوْنَ أَبَدًا عَلٰى وُضُوْءٍ فَافْعَلْ فَإِنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ إِذَا قَبَضَ رُوْحَ الْعَبْدِ وَهُوَ عَلٰى وُضُوْءٍ كُتِبَتْ لَهُ شَهَادَةٌ (شعب الایمان للبیہقی رقم: ۲۵۲۹/اسانیدہ ضعیف/کنز العمال رقم: ۲۶۰۶۵/رواہ ابو یعلی فی مسندہ رقم: ۳۶۲۴)۔

حضرت کثیر بن عبداللہ ابو ہاشم ناجی کہتے ہیں: کہ میں نے سنا حضرت انسؓ سے یہ کہتے ہوئے: کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! اگر آپ ہمیشہ باوضو رہنے کی استطاعت رکھو تو ایسا ہی کرو، اس لئے کہ اگر ملک الموت بندہ کی روح قبض کرے اس حال میں کہ وہ بندہ باوضو ہو تو اس کے لئے شہادت لکھ دی جاتی ہے۔

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِسْتَقِيْمُوْا، وَلَنْ تُحْصُوْا، وَاعْمَلُوْا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوْءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ (سنن ابن ماجة رقم: ۲۷۷/ باب المحافظة على الوضوء)

حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین پر ثابت قدم رہو، اور تم تمام نیکیوں کا احاطہ نہیں کر سکتے، اور خوب سمجھ لو تمہارا سب سے بہترین عمل نماز ہے، اور صرف مومن ہی وضو کی پابندی کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ باوضو رہنے کی تعلیم وترغیب خود رسول اللہ ﷺ اپنے پیارے صحابہ کو دیتے تھے، باوضو رہنے کی برکت سے گناہوں کی بخشش ہوتی ہے اور رحمت

الٰہی برستی ہے، سکون قلب ملتا ہے اور روحانی قوت مضبوط ہوتی ہے جس سے اعمال صالحہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے، اور انسان کیلئے تکلیف اور مشقت اٹھانا آسان بلکہ مرغوب ہو جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وضو ایک مقدس عمل ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق میں برکت عطا فرما دیتے ہیں، تو ہم کو چاہئے کہ علم حاصل کرتے وقت، کام پر جاتے وقت، سفر کیلئے روانگی کے وقت، کھانا بناتے وقت باوضو رہیں تو کام میں برکت ہوگی اور شیطانی وساوس سے حفاظت ہوگی ان شاء اللہ۔

واضح رہے کہ ریح وغیرہ کو روک کر نہ رکھے، ریح وغیرہ کو خارج نہ ہونے دینا یہ عمل صحت کو برباد کر دیتا ہے اپنی استطاعت کے مطابق وضو پر پابندی کرے۔

تنبیہ: **دُم علی الطھارۃ** والی حدیث کسی مستند کتاب میں موجود نہیں، صرف علامہ سیوطیؒ نے جامع الاحادیث المسانید میں اور ان کی اتباع کرتے ہوئے علامہ علی متقی برہان پوریؒ نے کنز العمال میں بغیر حوالہ اور سند کے نقل کی ہے جو اس روایت کے موضوع اور من گھڑت ہونے کیلئے کافی ہے، اس لئے اس کو بطور حدیث بیان کرنے سے احتراز کریں، اسی وجہ سے اس مضمون کی دیگر صحیح احادیث ذکر کر دی گئی ہیں۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۱۱)عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ:

لاَ یُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ۔

جامع البخاری رقم: ۶۱۳۳/ کتاب الأدب /صحیح مسلم رقم: ۷۴۹۸/ کتاب الزهد /سنن أبی داؤد رقم: ۴۸۶۲/ کتاب الأدب /مشکوة المصابیح رقم: ۵۰۵۳/۴۲۳/ باب الحذر والتانی فی الأمور /أحمد فی المسند رقم: ۵۹۶۵/ عن ابن عمر ، ۸۹۲۸/ عن ابی هریرةؓ / ابن ماجة ۳۹۸۲، ۳۹۸۳/ کتاب الفتن / صحیح ابن حبان رقم: ۶۶۳/ کتاب الرقائق۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مؤمن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔

ہرکہ شد باتو در جفا گستاخ دیگر ازوے مدار چشم وفا
نگزد مار از یکے سوراخ زانکہ ہرگز دوبارہ مومن را

مکرر نیش عقرب کا مزا عاقل نہیں چکھتا
اسی سوراخ پر انگلی مسلمان پھر نہیں رکھتا

تشریح: حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو جہاں سے ایک دفعہ دھوکہ ملے وہاں سے اجتناب کرنا چاہیے، اور اپنے امور حکمت ودانائی سے انجام دینے چاہیے، اور تجربات سے سبق سیکھنا چاہیے اور اپنے دینی ودنیوی امور میں غفلت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے (امثال الحدیث/ص:۱۶۹)۔

اس حدیث شریف کا پس منظر یہ ہے کہ زمانۂ رسالت میں عرب کا ایک مشہور شاعر ابوعزّہ تھا اس کا تعلق کفار کے اس طبقہ سے تھا جو اسلام، ذات رسالت

پناہ اور مسلمانوں کے خلاف نفرت وعداوت اور شب وشتم کے پہاڑ تراشنے پر مامور تھا چنانچہ وہ اپنے اشعار کے ذریعہ مسلمانوں کی ہجو کیا کرتا تھا اور اپنی قوم کے شریر لوگوں کو مسلمانوں کی ایذا اور اہانت پر اکساتا تھا جب بدر کے میدان میں حق وباطل کے درمیان پہلی معرکہ آرائی ہوئی اور خدا نے اپنے مٹھی بھر بندوں کو دشمنان دین پر فتح عطا فرمائی اور مکہ کے بہت سارے کفار جس میں ان کے زعماء واساطین بھی تھے قیدی بنا کر مدینہ منورہ لائے گئے تو ان میں وہ بدبخت شاعر ابوعزہ بھی تھا اس نے بارگاہ رسالت میں اپنے پچھلے سیاہ کارناموں پر اظہار ندامت کیا اور عفو وخواہی کے ساتھ یہ عہد واقرار کیا کہ اب میں کبھی بھی ایسے افعال بد کے پاس نہیں پھٹکوں گا چنانچہ حضور ﷺ کو اس بدبخت پر رحم وکرم کرنے کا موقع مل گیا اور آپ نے اس کے عہد وپیمان کی بنیاد پر اس کو رہا کر دیا لیکن اس کی ازلی شقاوت وبدبختی نے اس کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا اور وہ اپنی قوم میں پہونچ کر پہلی روش پر چلنے لگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ جنگ احد کے موقع پر قیدی کی حیثیت سے بارگاہ رسالت میں پہونچا دیا اس نے اس مرتبہ بھی وہی حربہ استعمال کیا اور اظہار ندامت وعفو خواہی کے ساتھ امان چاہنے لگا اور آئندہ اپنی ان حرکتوں سے باز رہنے کا عہد وپیمان کرنے لگا اس موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا "**لَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ**" (مرقاۃ المفاتیح رص:۲۵۳ رج:۹ رمظاہر حق جدید رص:۵۸۶ رج:۵)۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۱۲) عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

أَلْعِدَةُ دَيْنٌ۔

مسند الشهاب للقضاعي رقم: ۷/ المعجم الأوسط للطبراني ۳۵۱۳، ۳۵۱۴/فردوس الخطاب للديلمي رقم: ۴۲۲۸/الدر رالمنتثرة في الأحاديث المشتهرة رقم: ۲۹۲/ إسناده ضعيف ولاكن له عدة طرق فهو حسن ،اشتى المطالب فى أحاديث مختلفة المراتب رقم: ۹۳۴/ص: ۱۹۱/ حرف العين ۔

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالبؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

وعدہ کرنا قرض (کی طرح) ہے۔

مردرا ہرچہ بگزرد بزباں عیب باشد ورائے آں کردن

وعدہ برصاحبِ کرم قرض است فرض باشد ادائے آں کردن

کسی سے وعدہ کرتے ہوتو لازم ہے وفا کرنا

کہ یہ ایک قرض ہے اور فرض ہے اس کا ادا کرنا

تشریح: وعدہ کے معنیٰ قول واقرار کرنا، معاہدہ کرنا، مثلاً یہ کہنا کہ تمہارا فلاں کام کروں گا یا تمہارے پاس آؤنگا یا تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں گا وغیرہ وغیرہ، ایفاءِ عہد اور وعدے کو پورا کرنا انسانیت کا مظہر اور اسلامی اخلاق وآداب کا ایک بنیادی تقاضا ہے اور وعدہ میں سچا ہونا انبیاء کی صفات میں سے اور ایمان کے

تقاضوں میں سے بھی ہے اس کے برخلاف بدعہدی اور وعدہ خلافی ایک بہت بڑا عیب ہے جو شخص اپنا عہد پورا نہ کرے اور اپنا وعدہ وفا نہ کرے وہ اسلام اور معاشرہ دونوں کی نظر میں سخت ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے اور منافق کی صفات میں سے اور سخت گناہ بھی ہے جس طرح قرض لیکر اس کا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے اور جب تک قرض نہیں اترتا آدمی بوجھل رہتا ہے یہی حال وعدہ کا ہے۔

حضرات فقہاء نے باتفاق یہ فرمایا ہے: کہ وعدہ کا فرض ہونا اور ایفاء وعدہ کا واجب ہونا اس معنیٰ میں ہے کہ بلا عذر شرعی اس کو پورا نہ کرنا گناہ ہے لیکن وہ ایسا فرض نہیں جس کی چارہ جوئی عدالت سے کی جاسکے اور زبردستی وصول کیا جاسکے جس کو فقہاء کی اصطلاح میں یوں تعبیر کیا جاتا ہے کہ دیانۃً واجب ہے قضاء واجب نہیں لیکن اگر بالفرض کسی برے کام میں ساتھ دینے کا، یا کسی ایسے کام کے کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے جو شرعاً صحیح نہیں، یا اس سے کسی دوسرے کی حق تلفی ہوتی ہے تو اس وعدہ کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا، بلکہ اس کے خلاف ہی کرنا ضروری ہوگا اور اس وعدہ خلافی میں کوئی گناہ نہ ہوگا بلکہ اتباع شریعت کا ثواب ہوگا (معارف الحدیث رج:۲رص:۷۷ار

معارف القرآن شفیعی رج:۶رص:۴۰)۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۱۳)عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

أَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ۔

جامع الترمذی رقم: ۲۸۲۲، ۲۸۲۳/ کتاب الأدب/ابن ماجة رقم: ۳۷۵۴/ کتاب الأدب / سنن أبی داؤد رقم: ۵۱۲۸/ کتاب الأدب / مشکوة المصابیح رقم: ۵۰۶۲/ص: ۴۳۰/ باب الحذر والتانی فی الأمور /مسند الشھاب للقضائی رقم: ۴/ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حرف المیم رقم: ۹۲۰۰، ۹۲۰۱۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امانت دار (ہوتا) ہے۔

ہرکہ در مشورت امین نہ شود گرچہ باشد امان روئے زمین
چوں نہاں دارد آنچہ مصلحت است خائنش خواں بحکم دین امین

کسی کو مشورہ دے کر وہی کچھ راز دیں سمجھے
جو اپنے آپ کو اس کے مصالح کا امین سمجھے

تشریح: مشورہ کے معنیٰ بعض کا بعض کی طرف رجوع کر کے ان کی رائے کو حاصل کرنا، قرآن میں ہے ''وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ'' (سورۃ الشوریٰ آیت: ۳۸) اور ان کا کام باہمی مشورہ سے ہوتا ہے، مشورہ اسلامی تعلیمات میں ایک نہایت مہتم بالشان حکم ہے، مشورہ کے ذریعہ مختلف آراء ظاہر ہوتی ہیں اور مشورہ طلب کرنے والا ان مختلف آراء میں غور وفکر کرتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ کس کی رائے سنت، حکمت اور موقع اور محل کے مناسب ہے اگر اپنی دانست کے مطابق کسی نے صحیح مشورہ دیا اور وہ اتفاق سے غلط ہو تو اس پر کوئی گناہ یا تاوان نہیں۔

اس حدیث میں مشورہ لینے والے کے لئے یہ حکم ہے کہ جس سے مشورہ طلب کرے وہ لائق اعتماد، ایماندار، عالم، تجربہ کار اور مخلص ہو، مشورہ دینے والے کا فرض ہے کہ جب اس کی دیانت پر اعتماد کیا گیا تو بالکل صحیح اور مخلصانہ مشورہ دے ورنہ بددیانت اور دغاباز ٹھہرے گا۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۱۴) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

أَلْمَجَالِسُ بِالْأَمَانَةِ۔

سنن ابی داؤد رقم: ۴۸۶۹/ کتاب الأدب/ مشکوۃ المصابیح رقم: ۵۰۶۳/ ص: ۴۳۰/ باب الحذر والتانی فی المور / أحمد فی المسند قم: ۱۴۶۹۳/ عن جابر بن عبدالله / مسند الشهاب للقضاعی رقم: ۳/ فردوس الخطاب للدیلمی عن أمامة بن زید باب المیم / فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حرف المیم رقم: ۹۱۷۳، ۹۱۷۴۔

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مجلسیں امانت کے ساتھ ہوتی ہیں۔

اے شدہ محرم مجالس راز — راز ہر مجلسے امانت تست
مکن افشائے راز مجلس کس — زانکہ افشائے آں خیانت تست

کسی محفل میں شامل ہو تو اس نکتہ پر عامل ہو

کہ راز اس کی امانت ہے تم جس کے حامل ہو

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی مجلس میں کوئی ایسی بات سنی جائے جس کا افشاء نامناسب ہو تو امانت کی طرح اس کی حفاظت لازم ہے نہ تو اس کو کہیں نقل کرو اور نہ کسی سے اس کی چغلی کرو، البتہ تین مجلسیں یعنی تین چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں کہیں کوئی بات کی جائے تو دوسروں تک ان کا پہونچا دینا ضروری ہے (خواہ کہنے والا ان باتوں کو کتنا ہی اہم راز کیوں نہ سمجھے) وہ تینوں یہ ہیں (۱) جس خون کو ناحق بہانا حرام ہے اس کو بہانے یعنی کسی کو ناحق قتل کرنے کے مشورہ وارادہ کی بات ہو (۲) حرام کاری یعنی زنا کرنے کے مشورہ وارادہ کی بات ہو (۳) کسی کا مال ناحق چھیننے کے مشورہ وارادہ کی بات ہو، مذکورہ تینوں باتیں سننے والے کو چاہئے کہ وہ اس کو ایسا راز نہ سمجھے جس کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس کو فوراً ظاہر کردے یعنی اس بات سے لوگوں کو فورا آگاہ کردے تاکہ وہ ہوشیار ہو جائیں اور اپنے آپ کو بچائیں اسی طرح اس مجلس کی باتوں کا افشا کرنا بھی جائز ہے جن میں دین وملت اور قوم کو نقصان پہونچانے پر گفتگو و تجویز ہوئی ہو (مظاہر حق جدید/ص:۳۹۵/ج:۵)۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۱۵)عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اَلسَّمَاحُ رِبَاحٌ۔

مسند الشھاب للقضاعی رقم:۲۳/فردوس الخطاب للدیلمی ۳۵۷۱/ الدرر المنتثرة فی الأحادیث المشتھرة رقم:۲۶۲/ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم:۴۸۲۴/ کنز العمال رقم:۱۶۰۶۰/ کشف الخفاء رقم:۱۴۸۹/ حدیث ضعیف ولاکن له شواھد ۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سخاوت کرنا فائدہ حاصل کرنا ہے۔

سُود اگر بایدت زمایۂ خویش دستِ بخشش کشای وبخشائش
سودت اکنوں ستائش وفردا درجوار خدائے آسائش

یقینی نفع ہے جس میں، سخاوت وہ تجارت ہے
خدا کی راہ میں دینا نہیں جاتا اکارت ہے

تشریح: معاملات میں عفو ونرمی اختیار کرنا نفع بخش ہے اور فیاضی منفعت ہے، اس حدیث میں نرمی کرنے اور سخاوت کرنے کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے، اللہ کی رضا وخوشنودی کی خاطر اپنا مال ضرورت مندوں پر خرچ کرنا سخاوت کہلاتا ہے اس کا مقصد دکھاوا یا بدلہ کی خواہش نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سخاوت کی وجہ سے دنیا میں بھی نفع دے گا اور آخرت میں صلہ وثواب کی صورت میں عطا کرے گا اللہ اس کو عزت بھی دے گا اور مصیبت بھی دور کرے گا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَآ اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ (سورۂ سبا آیت ۳۹) کہ تم کسی چیز میں سے کچھ بھی خرچ کرتے ہو اللہ اس کا عوض دیتا ہے، یعنی تم نیک کاموں میں خرچ کرتے وقت تنگی اور افلاس

سے نہ ڈرو خرچ کرنے سے رزق کم نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی مرضی کے کاموں میں خرچ کرنے سے برکت ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس کا عوض دیتا ہے خواہ مال کی صورت میں یا قناعت اور غنائے قلبی کی شکل میں اور آخرت میں صلہ ملنا تو یقینی ہے۔

ایک حدیث قدسی میں ہے عن أبی هريرةؓ : أَنَّ رَسُوْلَ الله صلی الله عليه وسلم قال: قَالَ اللّٰهُ: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ أُنْفِقْ عَلَيْکَ (صحیح البخاری رقم:۵۳۵۲/کتاب النفقات، صحیح مسلم رقم:۹۹۳/کتاب الزکاۃ) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے آدم کی اولاد! تو خرچ کر تیرے اوپر خرچ کیا جائے گا۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۱۶)عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

أَلدَّيْنُ شَيْنُ الدِّيْنِ۔

مسند الشهاب للقضاعی رقم: ۱۳۱/ کنز العمال رقم: ۱۵۴۷۶/ کشف الخفاء رقم: ۱۳۲۶/فردوس الخطاب للدیلمی رقم: ۲۹۲۱/ تاريخ مدينة دمشق لابن عساکر /ص: ۵۲۳/ج:۵۶/ مالک بن يخامر /فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم: ۴۳۰۳/حرف الدال/إسنادهٗ ضعيف ولاكن له شواهد۔

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قرض دین کا عیب ہے۔

ہر کہ خواہد کمالِ بہرہ دین　　نکشد بہر مالِ دنیا رنج
تا نکاہد جمالِ چہرہ دِین　　چہرہ دین مکن بنا خن دَین

نہ ڈالو مسلمانو! گلے میں قرض کا پھندہ
مہاجن کی کرے کیوں بندگی اللہ کا بندہ

تشــــریح: دَین کہتے ہیں جو چیز کسی عقد یا کسی چیز کے ضائع وہلاک کرنے سے کسی کے ذمہ واجب ہوگئی یا کسی چیز کو قرض (ادھار) لینے کی وجہ سے کسی کے ذمہ لازم ہوگئی ہو، قرض کی وجہ سے دینداری میں کمی واقع ہوجاتی ہے اس کی ادائیگی اور غم کی وجہ سے آدمی پریشان ہوجاتا ہے اور قرض خواہ کے سامنے آنے سے بھی کتراتا ہے اور اس کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرتا ہے بسا اوقات وعدہ خلافی بھی ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے قرض خواہ کے سامنے جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹی قسمیں کھاتا ہے ہے، بعض دفعہ رہن رکھنے پر مجبور ہوجاتا ہے اس لئے جہاں تک ہوسکے آدمی قرض لینے سے احتراز کرے، آپ ﷺ نے قرض کے بوجھ سے پناہ مانگی ہے۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۱۷)عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ۔

مسند الشهاب للقضاعی رقم:۶۳/ فردوس الخطاب للدیلمی رقم:۴۷۳۴/ المقاصد الحسنة رقم:

۹۷۷/ مجمع الزوائد /ص: ۹ ۳۴۹/ح: ۱۰/ رقم: ۱۷۸۶۹/ کتاب الزهد / کنز العمال رقم: ۷۰۸۰/ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم: ۶۱۹۳/المعجم الأوسط للطبرانی رقم: ۶۹۲۲/ إسنادهٔ ضعیف ولاکن له شواهد۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قناعت ایسا مال ہے جو کم نہیں ہوتا۔

صاحبِ حرص را ز خوان کرم — فیض احساں نمی رسد ہرگز
بقناعت گرای کہ ایں مالیست — کہ بپایاں نمی رسد ہرگز

گھٹانے سے نہیں گھٹتا قناعت مال ہے ایسا
ہے رونق اس سے گودڑ کی چھپا یہ لال ہے ایسا

تشریح: قناعت کے معنیٰ جو مل جائے اسی پر راضی رہنا اور اسے ہی اپنی قسمت تصور کرنا، یہ ایک ایسی عمدہ اور نیک صفت ہے جس کے ذریعہ انسان انتہائی مشکل اور کٹھن حالات میں بھی گزارہ کر کے اپنے پروردگار کا قرب حاصل کر کے خوش وخرم زندگی گزار سکتا ہے، چنانچہ قناعت اختیار کرنے والا خواہشات کی تکمیل اور زیادہ کی دوڑ میں شامل ہونے کے بجائے صبر کے دامن میں پناہ لیکر سکون کی دولت پالیتا ہے کیونکہ قناعت ایسا خزانہ ہے جو دوسروں کی محتاجی سے بے نیاز کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ قناعت کرنے والے کے مال میں برکت اور کشادگی عطا فرما دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہ ہو اللہ اس کے مال میں ویسی برکت نہیں دیتے۔

ایک روایت میں ہے: عن عبداللہ بن عَمْرو بْنِ الْعَاصِؓ: أَنَّ

رَسُوْل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ وَرُزِقَ كَفَافًا، وَقَنَّعَهُ اللّٰهُ بِمَا آتَاهُ.

(صحیح مسلم رقم:۱۰۵۴ر کتاب الزکوٰۃ باب فی الکفاف والقناعۃ، جامع الترمذی رقم:۲۳۴۸ر ابواب الزہد باب ما جاء فی الکفاف)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً کامیاب ہوا وہ بندہ جو حقیقت میں مسلمان ہوا، اور بقدر ضرورت روزی دیا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس دی ہوئی روزی پر قناعت شعار بنایا۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ؎

نعمت روئے زمین پر نکند دیدۂ تنگ　　　رودۂ تنگ بیک نانِ تہی پُر گردد

(گلستاں باب ہشتم ص:۲۲۱)

تنگ آنت ایک روکھی روٹی سے بھر جائے گی
دنیا بھر کی نعمت حرص کی آنکھ کو پُر نہیں کرسکتی

☆☆☆

حدیث نمبر:۱۸) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

أَلصُّبْحَةُ تَمْنَعُ الرِّزْقَ۔

تاریخ مدینة دمشق لابن عساکر ر ص:۳۴۳ر ج:۱۴ ر باب حسین بن الولید أبو علی بلفظ "الصبحة تمنع الرزق یعنی نوم الغداة، حلیة الأولیاء ر ص:۲۳۸ ر ج:۹ر باب محمد بن أسلم ر مسند الشهاب للقضاعی رقم:۶۵ر فیض القدیر، شرح الجامع الصغیر رقم:۵۱۲۹ر شعب الإیمان للبیهقی رقم: ۴۴۰۲ر أحمد فی المسند رقم:۵۳۳ر عن عمر وبن عثمان بن عفان وفی الحاشیة والصبحة ! هی النوم أول النهار ر کنز العمال رقم:۱۲۶۱۳، ۱۲۳۹۹ ر فردوس الخطاب للدیلمی رقم:۳۶۸۳ر باب الصاد، شرح

مشکل الآثار للطحاوی رقم:۱۰۷۴/ص:۱۰۳/ج:۲/ باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ ﷺ فی مسئلۃ اللہ عزوجل أن یرد الشمس علیہ بعد غیوبتہا وردالله عزوجل إیاہا علیہ وماروی عنہ ممایوہم من تواہم مضاد ذلک / الدرر المنتثرۃ فی الأحادیث المشتہرۃ رقم:۲۸۳/ کشف الخفاء ومزیل الإلباس رقم: ۱۵۸۸/ إسنادہٗ ضعیف ولاکن لہ شواہد ولہ متابع والعمل علیہ عند السلف۔

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشادفرمایا:

صبح کاسونارزق کوروکتاہے۔

اے کمر بستہ کسب روزی را ۔۔۔ صبح خیزی دلیل فیروزی است
بہر خواب صباح چشم مبند ۔۔۔ زانکہ ایں خواب مانع روزی است

چڑھے دن تک پڑے لیتے ہیں خراٹے جو بستر پر
نہیں رہتا کوئی حق ان کی روزی کا مقدر پر

تشریح: حدیث میں **الصبحۃ** سے مراد ''**نوم الصبح**'' صبح کے وقت کاسوناہے،عربی کاایک مقولہ بھی اسی کے مثل ہے''**نوم الصبحۃ یَمْنَعُ الرِّزْقَ**''۔

(زادالمعاد لابن قیم الجوزیۃ/ص: ۲۲۲/ج:۴/ فی تدبیرہ لامر النوم والیقظۃ، تعلیم المتعلم/ص: ۵۸/ فصل فیما یجلب الرزق وما یمنعہ وما یزید فی العمر وما ینقص)۔

مطلب یہ ہے کہ صبح کے وقت سوتے رہنارزق میں بے برکتی کاسبب ہے فقہاکرام نے بھی صبح کے وقت سونے کومکروہ قراردیاہے **فی الھندیۃ وَیکْرَہُ فِیْ أَوَّلِ النَّھَارِ وَفِیْمَا بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ** (فتاویٰ عالمگیری/ص:۳۷۶/ج:۵)۔

صبح کے وقت سے کیا مراد ہے؟ اس کی تعیین ایک دوسری روایت سے

ہوتی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک مخلوق کیلئے رزق تقسیم کرتے ہیں یعنی جو لوگ اس پورے وقت میں غافل رہتے ہیں وہ رزق کی برکت سے محروم رہتے ہیں اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ممانعت صبح صادق سے لیکر طلوع آفتاب تک پورے درمیانی وقت میں سونے کے بارے میں ہے، لہذا اگر کوئی شخص نماز فجر کے بعد تھوڑی دیر تسبیحات وغیرہ میں لگا رہے اور سورج طلوع ہونے کے بعد سوئے تو اس کے حق میں کوئی قباحت وکراہت نہیں رہے گی اور ہمارے سلف وصالحین وبزرگان دین کا معمول یہی رہا کہ وہ طلوع آفتاب کے وقت نہیں سوتے تھے بلکہ ذکر واذکار میں مشغول رہتے تھے۔

حدیث شریف میں ہے **عَنْ صَخْرِ الْغَامِدِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِأُمَّتِي فِيْ بُكُوْرِهَا قال: وَكَانَ إِذَابَعَثَ سَرِيَّةً أَوْجَيْشًا، بَعَثَهُمْ أَوَّلَ النَّهَارِ، وَكَانَ صَخْرًا رَجُلًا تَاجِرًا وَكَانَ إِذَا بَعَثَ تِجَارَةً بَعَثَهُمْ أَوَّلَ النَّهَارِ،فَأَثْرٰى وَكَثُرَمَالُهُ.**

(جامع الترمذی رقم:۱۲۱۲؍ابواب البیوع، سنن ابی داؤد رقم:۲۶۰۶؍کتاب الجہاد)۔

حضرت صخر غامدیؓ سے مروی ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ میری امت کے سویرے کے کاموں میں برکت فرما'' حضرت صخر کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر روانہ فرماتے تو دن کے اول حصہ میں (فجر کے فوراً بعد) روانہ کرتے، اور صخر غامدی تاجر آدمی تھے، اور

وہ جب اپنے تجارتی قافلوں کو بھیجتے تھے تو صبح ہی روانہ کرتے تھے، چنانچہ وہ دولتمند ہوگئے اور ان کا مال بہت بڑھ گیا۔

اور حضرت فاطمہؓ کی روایت ہے: عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: مَرَّبِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مُضْطَجِعَةٌ فَحَرَّكَنِي بِرِجْلِهِ ثُمَّ قَالَ: يَا بُنَيَّةُ! قُوْمِيْ إِشْهَدِيْ رِزْقَ رَبِّكِ، وَلَا تَكُوْنِيْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَقْسِمُ أَرْزَاقَ النَّاسِ مَابَيْنَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ إِلٰى طُلُوْعِ الشَّمْسِ (شعب الإیمان رقم: ۴۴۰۵، جامع الأحادیث المسانید للسیوطی رقم: ۸۱۴۲)۔

سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ بیان کرتی ہیں: کہ میں صبح کے وقت سوئی ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور آپ نے مجھے پاؤں سے ہلایا پھر فرمایا: اے بیٹی! اٹھو! اپنے رب کی طرف سے رزق کی تقسیم میں شامل ہوجاؤ، اور غفلت شعار لوگوں کی عادت اختیار نہ کرو، پس بے شک اللہ تعالیٰ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک لوگوں کا رزق تقسیم کرتے ہیں۔

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَؓ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْفَجْرَ تَرَبَّعَ فِيْ مَجْلِسِهِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسْنَاءَ (سنن أبی داود رقم: ۴۸۵۰ر کتاب الأدب، صحیح مسلم رقم: ۶۷۰)۔

حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں: کہ نبی ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی جگہ چارزانو بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔

ان تمام روایات و آثار کو دیکھ کر یہی معلوم ہوتا ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت سونا محبوب و پسندیدہ عمل نہیں، اکابرین امت اس وقت سونے کو پسند نہیں کرتے تھے کیونکہ اس وقت میں سونا سستی اور رزق میں تنگی کا باعث بنتا ہے اور بہت سی جسمانی بیماریوں کا سبب بھی ہے تاہم اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے سو جائے تو گناہ و حرام بھی نہیں اگرچہ نہ سونا ہی اصل اور مطلوب ہے، نماز فجر کے بعد سونے کی گنجائش بھی ہے ''**عن القاسم عن عائشةؓ أنها كانت تصبّح**'' حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ صبح کے وقت سوتی تھیں (مصنف ابن أبی شیبہ رقم: ۲۵۸۳۷/ کتاب الأدب من رخص فی التصبح)۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الشَّمَّاسِ قَالَ: أَتَيْتُ أُمَّ سَلْمَةَؓ فَوَجَدْتُّهَا نَائِمَةً يَعْنِي بَعْدَالصُّبْحِ (مصنف ابن أبی شیبہ رقم: ۲۵۸۳۸)۔

حضرت عبداللہ بن شماس کہتے ہیں: کہ میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس آیا تو ان کو سویا ہوا پایا صبح کی نماز کے بعد۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ صبح کی نیند کے ممنوع ہونے کے بارے میں صراحتاً جو روایات وارد ہیں وہ اگرچہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں لیکن عمومی روایات اور تعامل سلف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صبح کی نیند ناپسندیدہ عمل ہے، لہذا اس سے اجتناب کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے، البتہ خاص حالات اور عذر کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے اور اس کے متعلق اباحت کی صحیح روایات اور صحابہ کا عمل موجود

ہے اشخاص اور حالات کے اعتبار سے بھی حکم مختلف ہوگا (تحقیقات سلسلہ نمبر :ا/تنبیہات /ص:۱۳۵/ج:ا/جمعہ ورتبہ محمد طلحہ بلال احمد مینار عفاعنہ)۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۱۹)عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

آفَةُ السَّمَاحِ اَلْمَنُّ۔

مسند الشهاب للقضاعي رقم:۴۷/ المعجم الكبير للطبراني رقم:۲۶۸۸/ كنز العمال رقم: ۴۴۲۳۷، ۴۴۳۸۹/ فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم: ۱۰، سنده ضعيف إلاأنه صحيح المعنٰى۔

ترجمہ: حضرت علی بن ابوطالبؓ کہتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا:

سخاوت کی آفت احسان رکھنا ہے۔

چوں زمنّت کنند دم سردے — کے بنعمت کسے شود دلِ گرم
آفتِ روضۂ جواں مردے — غیرِ بادِ خزانِ منت نیست

کسی پر گر کرو احسان نہ لو بھولے سے نام اس کا
سخاوت کا یہ ہے سودا اور لینا ہے حرام اس کا

تشریح: سخاوت کہتے ہیں اللہ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اپنا مال ضرورت مندوں پر خرچ کرنا، اس کا مقصد دکھاوا یا بدلہ کی خواہش نہ ہو، اسلام کے اخلاقی نظام میں سخاوت بڑی اہمیت رکھتی ہے، سخاوت کرنے میں دین و دنیا دونوں کا فائدہ ہے اللہ اس کے مال میں زیادتی کر دیتے ہیں، سخاوت کرنا بڑی نیکی ہے

لیکن سخاوت کر کے احسان جتانا گندی صفت ہے احسان جتانا کہتے ہیں ''کسی کو جتلانے اور دھمکانے کیلئے اس پر کئے گئے احسان کا تذکرہ کرنا مثلاً یہ کہنا میں نے تیرے ساتھ فلاں نیکی کی تھی اس کا کیا ہوا، میں نے تجھے اس لائق بنادیا، یہ سب میرا ہی تو دیا ہوا ہے، تو بھول گیا میں نے تجھے کہاں سے کہاں پہونچادیا، تو میرے دئے ہوئے مال پر اترا رہا ہے، تیرے بس کا کچھ نہیں تھا، اگر میں نہ ہوتا تو تو ختم ہوگیا ہوتا، میں ہی تیرے بُرے وقت میں کام آیا، سخاوت کر کے اس کو گانے سے اس کا ثواب ختم ہوجاتا ہے، قرآن میں ہے ''یَااَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْالَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی '' (سورۂ بقرہ آیت ۲۶۴) ''اے ایمان والو! ضائع مت کرو اپنی خیرات احسان جتا کر اور دکھ دیکر'' تو معلوم ہوا کہ احسان جتانا گناہ کبیرہ ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ احسان جتانا جود و کرم کیلئے آفت و مصیبت ہے۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۲۰)عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

أَلسَّعِیْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَیْرِہٖ۔

ابن ماجة رقم: ۴۶/أبواب السنة باب إجتناب البدع والجدل وهو جزء من خطبة طويلة، صحيح مسلم رقم: ۲۶۴۵/ كتاب القدر/ باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه وكتابة رزقه وأجله وعمله وشقاوته وسعادته/ حديث ابن ماجة مرفوع وحديث مسلم موقوف في حكم المرفوع/ فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم: ۴۸۰۹/ الدرر المنتثرة رقم: ۲۵۳۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نیک بخت وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے۔

نیک بخت آں کسے کہ می نبرد رشک ہر نیک بختی دگراں
سختی روزگار نادیدہ پند گیرد ز سختی دگراں

سعادت اس نے کی ہے ایزد متعال سے حاصل
ہوئی ہے جس کو عبرت دوسروں کے حال سے حاصل

تشریح: نیک بخت وسعادت مند شخص وہ ہے جو دوسروں کے احوال سے عبرت ونصیحت حاصل کرے، مطلب یہ ہے کہ لوگ دوسروں کو دیکھ کر سدھر جائیں، مؤمن عبرت حاصل کرے تو یہ عبادت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ لوگوں کے واقعات قرآن کریم میں بیان کر کے عبرت حاصل کرنے کا حکم دیا بلکہ ایسے لوگوں کی مدح سرائی فرمائی جبکہ عبرت نہ پکڑنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے جانوروں سے بھی بدتر قرار دیا، مؤمن کیلئے ہر چیز سبق آموز ہوتی ہے حتیٰ کہ بیماری بھی اسے نصیحت کرتی ہے دوسروں سے سبق حاصل کرنے کا عمل انسان کو کامیابیوں سے ہمکنار کرتا ہے اور تباہی سے نجات دلاتا ہے، عبرت ونصیحت حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حالیہ یا ماضی کی اندوہناک صورتحال کو دیکھ کر ان کے نقصان دہ اسباب سے بچتے ہوئے بہتری کی جانب بڑھنا یا پھر صالحین کی سیرت اور اللہ تعالیٰ

کی طرف سے انہیں ملنے والے انعامات کو دیکھ کر ان کے طور طریقے کو اپنی عملی زندگی میں جگہ دینے کا نام عبرت حاصل کرنا ہے، یا پھر مخلوقات کی ماہیت، پر اسرار رازوں اور صفات کو معلوم کر کے انہیں ایک خالق کی بندگی پر کار بند رہنے کا نام عبرت حاصل کرنا ہے۔

اور حضرت علیؓ کا فرمان ہے: **الإِتِّعَاظُ إِعْتِبَارٌ** (غرر الحکم رقم: ۱۷۵) **نصیحت لینا** عبرت لینا ہے۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۲۱) عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَؓ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

کَفٰی بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ۔

سنن أبی داؤد رقم: ۴۹۹۲/ کتاب الأدب، صحیح مسلم مقدمة رقم: ۵/ بلفظ بالمرءِ کذباً / صحیح ابن حبان رقم: ۳۰/ باب الإعتصام بالسنة/ المستدرک للحاکم رقم: ۳۸۱/ کتاب العلم /مصنف ابن أبی شیبة رقم: ۲۶۱۳۱/ کتاب الأدب بلفظ بالمرء کذباً / مشکوٰة المصابیح رقم: ۱۵۶/ص: ۲۸/ باب الإعتصام بالکتاب والسنة بلفظ بالمرء کذباً / مسند الشهاب رقم: ۱۴۱۶/ کتاب الزهد لإبن المبارک رقم: ۷۳۵/ باب من کذب فی حدیثه لیضحک به القوم۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے: کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آدمی کیلئے یہی گناہ کافی ہے کہ وہ بیان کرے ہر وہ بات جو وہ سنے۔

مرد را بس ہمیں گناہ کہ قدم　　از مقر اماں نہد بیروں
ہرچہ آید درون روزنِ گوش　　از ممرِّ زبان دہد بیروں

زبان سے کان کی گر پردہ داری ہو نہیں سکتی

بڑی اس سے کوئی لغزش تمہاری ہو نہیں سکتی

تشریح: یعنی کوئی شخص جان بوجھ کر جھوٹ نہ بولتا ہو لیکن اس کی عادت یہ ہو کہ جو کسی سے بات سنی تحقیق کئے بغیر اس کو دوسروں سے نقل کر دیا اور لوگوں میں مشہور کر دیا تو اس کی یہی عادت اس کو جھوٹا اور گناہ گار بنانے کیلئے کافی ہے جو بالآخر جان بوجھ کر جھوٹ بولنے کے مرض میں بھی یقیناً گرفتار کر دے گی، کیونکہ سنی سنائی باتوں میں سے ہر بات کا سچ ہونا ضروری نہیں ہوتا، اور جو شخص غیر تحقیقی اور غیر سچی بات نقل کرنے کا عادی ہو جاتا ہے وہ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کرتا، بہر حال حدیث کا مقصد ہر اس بات کو نقل کرنے اور دوسروں تک پہونچانے سے منع کرنا ہے جس کا سچ ہونا معلوم نہ ہو (مظاہر حق جدید ص:۲۱۹/ج:۱)۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۲۲) عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍؓ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ:

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا۔

مسند الشهاب للقضاعی رقم: ۱۴۱۰/ فردوس الخطاب للديلمی رقم: ۴۸۹۹/ فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم: ۶۲۲۵/ كنز العمال رقم: ۴۲۱۱۶/ مجمع الزوائد رقم: ۱۸۲۰۴/ ص: ۵۵۴/ ج: ۱۰/ كتاب الزهد باب ذكر الموت / سند المرفوع ضعيف ولاكن له شاهد ان صحيحان موقوفان عن ابن مسعود۔

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں: کہ نبی ﷺ فرماتے تھے:

نصیحت دینے والی موت ہی کافی ہے۔

چند گیری بمجلسِ واعظ　　پائے منبر پئے گرفتن پند
وعظِ تو بس بمرگ ہمسایہ　　نعرۂ نوحہ گر ببانگِ بلند

اجل سے بڑھ کر واعظ کیا کریں گے نکتہ آموزی
جو کرنی ہے تو کر لو موت ہی سے عبرت اندوزی

تشــــریح: نصیحت دینے کیلئے موت ہی کافی ہے موت بہت بڑی نصیحت ہے موت ایک اٹل حقیقت ہے تو لوگوں کی اموات کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے اور اس کے لئے تیاری کر لینی چاہیئے، اچھی موت ہر مومن کی دیرینہ خواہش ہوتی ہے اسے پانے کیلئے عقیدہ درست ہونا چاہیئے خالق ومخلوق کے حقوق وفرائض ادا کرے، حدود الٰہی کی پابندی کرے، گناہوں سے بچے، اور وقت نزع اللہ تعالیٰ سے کلمہ نصیب ہونے کی دعا کرے تو آدمی کو چاہیئے کہ وہ موت کے ذریعہ سے نصیحت حاصل کرے، کہ آج اس کی موت ہے اس کے بعد ہماری باری ہے جس سے دنیا کی ناپائیداری ثابت ہوتی ہے تو آدمی کو آخرت کی تیاری میں مشغول رہنا چاہیئے۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۲۳)عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ۔

مسند الشهاب للقضاعی رقم:۱۲۳۴/ کنز العمال رقم:۴۳۰۶۵/ ابن أبی الدنیا رقم:۳۶/ قضاء الحوائج / فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم:۴۰۴۴/ حدیث ضعیف ولکن له شواهد فیقوی۔

ترجمہ: حضرت جابرؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سب سے بہترین وہ آدمی ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ نفع پہونچانے والا ہو۔

اے کہ پرسی کہ بہترین کس کیست | گویم از قولِ بہترین کساں
بہترین کس کسے بود کہ زخلق | پیش باشد بخلق نفع رساں

کوئی انسان اس انسان کے درجہ کو نہیں پہونچا
کہ اس کی ذات سے لوگوں کو نفعِ بہترین پہونچا

تشریح: حدیث کے اندر خدمت خلق کرنے والے اور ان کو زیادہ نفع پہونچانے والے شخص کو سب سے بہترین آدمی کہا گیا ہے، ایمان وارکان اسلام کے بعد دینی زندگی کے مختلف اجزاء ہیں ان میں مختلف جہات سے بعض کو بعض پر فوقیت اور امتیاز حاصل ہے ان میں سے مخلوق کی نفع رسانی کا مقام بہت بلند ہے۔ کیونکہ انسان کے تمام کام اور تمام ضرورتیں معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ وابستہ ہیں، لہذا ہر فرد کو چاہئے کہ وہ دوسروں کی ضرورت، سہولت اور آرام پہونچانے کا خیال رکھے اور ان کی ہمدردی اور خیر خواہی کرنے کیلئے اپنا مال اپنا وقت اپنا آرام صرف کرنے میں فراخ دل ہو، حدیث میں "ناس" کہا گیا جس میں مسلم وغیر مسلم سب

شامل ہیں سب کو بلا تفریق فائدہ پہونچائے ،مثلاً کسی کو جسمانی تکلیف پہونچنے پر جانی ومالی مدد کرنا، مسافروں کی ہر طرح سے مدد کرنا، شہروں راستوں کو صاف رکھنا، لوگوں کی تعلیم کا انتظام کرنا ، گمشدہ چیز مالک تک پہونچانا وغیرہ وغیرہ، یوں تو انسانوں سے محبت پیار اور ضرورت مند انسانوں کی مدد کے عمل کو ہر دین اور ہر مذہب میں تحسین کی نظر سے دیکھا جاتا ہے لیکن دین اسلام نے خدمت انسانیت کو بہترین اخلاق اور عظیم عبادت قرار دیا ہے اس کے بے شمار فضائل قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۲۴)عَنۡ أَبِی هُرَيۡرَةَؓ قَالَ:قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ:

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ السَّهۡلَ الطَّلۡقَ ۔

(مسند الشهاب للقضاعی رقم:۱۰۸۳، ۱۰۸۴/ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم:۱۸۶۵/ کنزالعمال رقم:۵۲۱۰، ۵۱۳۹/ فردوس الخطاب للدیلمی رقم:۵۷۷/ سنده ضعیف ولکن له شواهد، شعب الإیمان رقم:۸۰۵۶/ باب حسن الخلق فضل فی طلاقة الوجه)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نرم مزاج اور ہنس مکھ آدمی کو پسند کرتا ہے۔

تا خدا دوست گیردت باخلق   یک دل ویک زبان ویک روباش
شاد طبع وشگفتہ خاطر زی   نرم خوی وکشادہ ابرو باش

خدا رکھتا ہے اس کو دوست جو ہنس مکھ ہو خوش خو ہو
شگفتہ جس کی فطرت ہو کشادہ جس کا ابرو ہو

تشریح: اللہ تعالیٰ کو نرم خو اور خوش خلق آدمی پسند ہے، یعنی لوگوں کے ساتھ نرمی آسانی اور سہولت سے پیش آنے والا لوگوں پر تنگی اور دشواری نہ ڈالنے والا اور ہنس مکھ ہو اس کو انسان بھی پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی، تو انسان کو چاہئے کہ وہ دین و دنیا کے ہر معاملہ میں نرمی اور خندہ روئی اختیار کرے اپنے گھر والوں کے ساتھ بھی اور دیگر افراد کے ساتھ بھی اور خندہ روئی و بشاشت بڑی سستی چیز ہے جس میں نہ مال کا تکلف نہ کوئی مشقت، حالانکہ یہ بہت قیمتی ہے کیونکہ یہ دلوں کو کھینچتی اور نفرت کے اسباب کو کھرچ دیتی ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ أَنَّهُ قَالَ: مَارَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (جامع الترمذی رقم: ۳۶۴۱ رأبواب المناقب)۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء فرماتے ہیں کہ نہیں دیکھا میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مسکرانے والا۔

حضور ﷺ باوجود طبعی غم کے اپنے صحابہ کی دلداری کیلئے خندہ پیشانی اور تبسم فرمایا کرتے تھے یہ کمال اور اعلیٰ درجہ کے اخلاق ہیں کہ دل میں غم ہونے کے باوجود ہم نشینوں کی رعایت کرتے ہوئے چہرہ پر مسکراہٹ اختیار کرنا۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ**

وَسَلَّمَ: إِنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ الرِّفْقَ وَيَرْ ضَاهُ وَيُعِيْنُ عَلَيْهِ مَالَا يُعِيْنُ عَلَى الْعُنْفِ (المعجم الكبير للطبراني رقم: ۷۴۷۷ / ص: ۹۵ / ح: ۸)۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ عزوجل نرمی کو پسند فرماتے ہیں اوراس سے راضی ہوتے ہیں اوراس پرایسی مدد فرماتے ہیں جوسختی پر مدد نہیں فرماتے۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ كُلَّهٗ (سنن أبي داؤد رقم: ۴۸۰۹ / كتاب الأدب صحيح مسلم رقم: ۲۵۹۲ / كتاب البر)۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جونرمی سے محروم کیا گیاتو وہ پوری بھلائی سے محروم کردیا گیا۔

ایک حدیث میں ہے عن جابر بن عبدالله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : كُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ،وَإِنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ أَنْ تَلْقٰى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ،وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِيْ إِنَاءِ أَخِيْكَ (جامع الترمذی رقم: ۱۹۷۰ / کتاب البر والصلة) حضرت جابرؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ہر نیکی صدقہ ہے، نیکی میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ ملاقات کرواپنے بھائی سے تو خندہ روئی سے کرو، اوراپنے ڈول میں سے اپنے بھائی کے برتن میں پانی ڈالو (یہ بھی نیکی ہے)۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نرمی اور خندہ روئی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے

مدد ونصرت کا حاصل ہونا بھی داخل ہے اوراس کے مقابلہ میں سختی وترش روئی اور فحش گوئی میں ان نعمتوں سے محرومی رہتی ہے۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۲۵)عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَؓ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

تَهَادُوْا تَحَابُّوْا۔

شعب الإیمان للبیهقی رقم:۸۵۶۸، مشکوٰۃ المصابیح رقم:۴۶۹۳/باب المصافحة /ص:۴۰۳/ مسند الشهاب رقم:۶۵۷/ المعجم الأوسط للطبرانی رقم:۷۲۴۰/ فردوس الخطاب رقم:۲۰۸۷/ تاریخ مدینة دمشق لإبن عساکر /ص:۲۲۵تا۲۲۷/ج: ۶۱/ باب موسیٰ بن وردان أبو عمر القرشی / الأدب المفرد للبخاری رقم:۵۹۴/ کنز العمال ۱۵۰۵۵، ۱۵۰۵۶/مؤطا إمام مالک رقم:۱۷۴۱/ کتاب حسن الخلق / فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم:۳۳۷۵،حدیث حسن۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

آپس میں ہدیہ دو محبت بڑھاؤ۔

دوستی مغز وپوست دشمنی است ۔۔۔ تا کے از مغز سوئے پوست روید
بہ ہدایا کنید داد و ستد ۔۔۔ تا بہم زاں وسیلہ دوست شوید

محبت ہدیہ وسوغات دے کر بڑھ ہی جاتی ہے
جو سیلاب آئے ندی میں تو آخر چڑھ ہی جاتی ہے

تشریح: ہدیہ کے معنیٰ تحفہ کے ہیں، تحفہ معمولی ہو یا قیمتی کسی انسان کی محبت اوراس سے اظہار تعلق کے لئے اسے کچھ دینا ہدیہ کہلاتا ہے، ہدیہ امیر وغریب

دونوں کو دے سکتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات میں ہدیہ کی بڑی ترغیب دی ہے اور اس کی یہ حکمت بھی بتلائی کہ اس سے دلوں میں محبت والفت اور تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے جو اس دنیا میں بڑی نعمت اور بہت سی آفات سے حفاظت اور عافیت وسکون حاصل ہونے کا وسیلہ ہے، نبی ﷺ اکثر صحابہ کو ہدیہ (تحفے) دیتے رہتے تھے اور صحابہ کرام بھی آپ کو اور ایک دوسرے کو مختلف مواقع پر تحفے تحائف پیش کرتے تھے، باہمی تعلقات کے استحکام کیلئے ہدیہ پیش کرنا بہترین خوبی تصور کیا جاتا ہے، بعض مواقع پر عزیز واقارب کی ناراضگی یا رنجش تحفے دینے سے ختم ہو جاتی ہے، ہدیہ اور تحفہ دیتے وقت کچھ باتوں کا خیال رکھنا بڑا اہم ہے میانہ روی کو مدنظر رکھتے ہوئے سامنے والے کی عمر کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے، ویسے بھی کہا جاتا ہے کہ ہدیہ کی قیمت سے زیادہ دینے والے کے دل اور نیت کو دیکھیں کہ وہ آپ کو کس خلوص ومحبت سے تحفہ پیش کر رہا ہے غرض ومطلب اور بدلہ کی نیت سے ہدیہ نہ دیا جائے بلکہ اس کے ذریعہ رضائے الٰہی مطلوب ہو، یہ عطیہ اور تحفہ اگر اپنے کسی چھوٹے کو دیا جائے تو اس کے ساتھ اپنی شفقت کا اظہار ہے اگر کسی دوست کو دیا جائے تو یہ ازدیاد محبت کا ذریعہ ہے، اگر کسی ایسے شخص کو دیا جائے جس کی حالت کمزور ہے تو یہ اس کی خدمت کے ذریعہ اس کی تطییب خاطر کا ذریعہ ہے، اور اگر اپنے کسی بزرگ اور محترم کو پیش کیا جائے تو یہ ان کا اکرام وانعام ہے، ہدیہ اگر اخلاص کے ساتھ

دیا جائے تو اس کا ثواب صدقہ سے کم نہیں، بعض اوقات زیادہ ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے: **عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ أُعْطِیَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْیَجْزِ بِہٖ، فَإِنْ لَمْ یَجِدْ فَلْیُثْنِ بِہٖ، فَمَنْ أَثْنٰی بِہٖ فَقَدْ شَکَرَہٗ، وَمَنْ کَتَمَہٗ فَقَدْ کَفَرَہٗ** (سنن أبي داود رقم: ۴۸۱۳ر کتاب الأدب، جامع الترمذي رقم: ۲۰۳۴ر أبواب البر والصلۃ)۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جسے کوئی عطیہ اور ہدیہ دیا جائے تو اگر ہمت ہو اور میسر ہو تو اس کا بدلہ دیدینا چاہئے، اور اگر نہ پائے تو اس کی مدح وثنا کرے، جس نے اپنے محسن کی مدح وتعریف کی اس نے اس کا شکریہ ادا کیا، اور جس نے اس کے احسان کو چھپایا اس نے اس کی ناشکری کی۔

عَنْ أُسَامَۃَ بْنِ زَیْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ صُنِعَ إِلَیْہِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِہٖ جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْرًا فَقَدْ أَبْلَغَ فِي الثَّنَاءِ، (جامع الترمذي رقم: ۲۰۳۵ر أبواب البر والصلۃ)۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص کے ساتھ کوئی حسن سلوک کیا گیا پس اس نے حسن سلوک کرنے والے سے کہا (جزاک اللہ خیراً) اللہ آپ کو جزائے خیر دے اس نے آخری درجہ کی تعریف کردی، یعنی اس نے دنیا وآخرت کی بھلائی کی دعا دیدی پس اس سے آگے کیا رہ گیا یہ دعا دینے میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا۔

وَعَنْ عَائِشَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ تَهَادُوْا فَإِنَّ الْهَدِيَةَ تَذْهَبُ الضَّغَائِنَ (مشکوٰۃ المصابیح ص:۲۶۱/باب العطایا)۔

حضرت عائشہؓ روایت نقل کرتی ہیں: کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ آپس میں تحفے بھیجا کرو کہ تحفے بھیجنا کینہ کو دور کرتا ہے۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۲۶)عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

أُطْلُبُو الْخَيْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْهِ۔

مسند الشهاب للقضاعي رقم: ٦٦١/ ابن أبي الدنيا/رقم: ٩٢٨/ج: ١/ص: ٢٨٥/ كتاب اصطناع المعروف/المقاصد الحسنة رقم: ١٢٤/ص: ٦٣/مسند أبي يعلى الموصلي رقم: ٤٧٥٩/ ص: ١٩٩/ج: ٨/ تابع مسند عائشةؓ/ حلية الأولياء لأبي نعيم/ص: ١٥٦/ج: ٣/ محمد بن المنكدر/ كنز العمال رقم: ١٦٧٩٣، ١٦٧٩٥/ فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم: ١١٠٧/ حرف الهمزة/ تاريخ مدينة دمشق لإبن عساكر/ص: ١٨٤/ح: ٢٢/ باب سليمان بن أرقم أبو معاذ البصري قيل هذا حديث ضعيف وقيل موضوع والصواب أنه حديث حسن صحيح كما قال السيوطي (اللآلي المصنوعة/ص: ٦٨/ج: ٢)۔

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بھلائی (ونیکی) خوبصورت چہرے والوں کے پاس طلب کرو۔

چوں پئے حاجتے بروں آئی   بردر خوبروئے منزل گیر
دید از دیدنش بیاسائی   تاازاں پیشتر کہ حاجت تو

ہے جس کی صورت اچھی اس سے کرنا سوال ہے اچھا
کہ حال اچھا ہے جس کا غالبا اس کا ہے قال اچھا

تشریح: نیکی اور بھلائی خوشرویوں کے پاس تلاش کرو ہم دوسروں کو اپنی خندہ پیشانی اور کشادہ جبینی اور اپنے مسرور کن چہرہ کے ساتھ اپنا بنا سکتے ہیں، خندہ پیشانی سے وہ کام کیا جاسکتا ہے جو مال کی وسعت کے باوجود بھی نہیں کیا جاسکتا۔

عن أبی هريرةؓ عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: إِنَّكُمْ لَا تَسَعُوْنَ النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَسَعُهُمْ مِّنْكُمْ بَسْطُ الْوَجْهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ (شعب الإیمان رقم:۸۰۵۴ / باب الحسن الخلق فصل فی طلاقة الوجه، مسند ابی یعلی رقم: ۶۵۵۰ / المستدرک للحاکم رقم:۴۲۸ / کتاب العلم) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم ہرگز اپنے مال کے ذریعہ لوگوں کے لئے گنجائش نہیں رکھ سکتے ہو، لیکن تمہاری خندہ پیشانی اور حسن اخلاق ان کے لئے پورا ہوسکتا ہے (یعنی انسان مال کے ذریعہ سب کی ضروریات پوری نہیں کرسکتا ہے لیکن خندہ روئی اور اخلاق سب کو دے سکتا ہے) تو جن کے چہرے ملاقات اور مطالبہ کے وقت خوش وخرّم رہیں اور ان کی پیشانی پر بل نہ پڑیں انہیں سے آدمی کی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں وہ انہیں کے پاس جائے۔اسی کو شیخ سعدی نے کہا:

مبر حاجت بنزدیک ترش روی — کہ از خوئے بدش فرسودہ گردی
اگر حاجت بری نزدِ کسے بر — کہ از رویش بنقد آسودہ گردی

(گلستاں رص:۱۱۲ / باب سوم)

کسی تیز مزاج کے سامنے اپنی ضرورت مت لے جا اس لئے کہ اس کی بری عادت سے تجھے تکلیف ہوگی، اگر تو ضرورت لے کر جائے بھی تو ایسے شخص کے پاس لے کر جا کہ جس کا چہرہ دیکھتے ہی فوراً طبیعت کو آسودگی حاصل ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کسی شاعر نے کہا ؎

أَنْتَ شَرْطُ النَّبِيِّ إِذْ قَالَ يَوْمًا   أُطْلُبُوا الْخَيْرَ مِنْ حِسَانِ الْوُجُوْهِ

کہ تو شریف زادہ اور سردار ہے اے مخاطب! جبکہ ایک دن فرمایا تھا نبی ﷺ نے: بھلائی حاصل کرو خوش رو چہروں سے (شعب الایمان ج:۳/ص:۲۷۹/رقم:۳۵۴۳)۔

اور ابن اَبی الدنیا کی کتاب ''قضاء الحوائج'' میں شامیوں سے منقول ہے کہ عبداللہ بن رواحہؓ یا حسان بن ثابتؓ نے یہ شعر کہا ؎

قَدْسَمِعْنَا نَبِيَّنَا قَالَ قَوْلًا   هُوَلِمَنْ يَّطْلُبُ الْحَوَائِجَ رَاحَهْ

إِغْتَدُوا فَاطْلُبُوا الْحَوَائِجَ مِمَّنْ   زَيَّنَ اللّٰهُ وَجْهَهُ بِصَبَاحَهْ

بے شک ہم نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے جسے اپنی ضرورتوں کے پورے ہونے کی خواہش ہے وہ اپنی حاجتیں ان لوگوں سے حاصل کرے جن کے چہروں کو صبح کی مانند اللہ تعالیٰ نے روشن و مزین کر دیا ہے (الدرر المنتثرہ/ص:۲۰/رقم:۸۸۔ کشف الخفاء/رقم:۳۹۴/قضاء الحوائج لا بن ابی الدنیا/ص:۵۳)۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۲۷)عَنْ حَبِيْبِ بْنِ مَسْلَمَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

زُرْغِبًّا تَزْدَدْحُبًّا۔

المستدرک للحاکم رقم: ۵۴۷۷/ ص: ۳۹۰/ ج:۳/ کتاب معرفة الصحابة،مسند الشهاب للقضاعی رقم: ۶۲۹/ المعجم الأوسط للطبرانی رقم: ۳۰۵۲، ۱۷۵۴، ابن أبی الدنیا رقم: ۱۰۴/باب إغباب الزیارة/ص: ۷۶/ج: ۱/ الدرر المنتشرة رقم: ۲۴۷،شعب الإیمان للبیهقی ۸۰۰۷، ۸۰۰۸،۸۰۱۵،۸۰۱۶،باب فی ترک الغضب وفی کظم الغیض،فردوس الخطاب للدیلمی رقم:۳۱۶۳،حلیة الأولیاء /ص: ۳۲۲/ج:۳/ باب عطاء بن أبی رباح،المقاصد الحسنة رقم:۵۳۷،کشف الخفاء رقم:۱۴۱۳، وقال السخاوی بمجموعها یتقوی الحدیث والحدیث حسن لذاته صحیح لغیر۔

ترجمه: حضرت حبیب بن مسلمہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دیر دیر سے ملاقات کر محبت زیادہ ہوگی۔

دیدنِ دوست دوست را گہ گہ چہرۂ دوستی بیار آید
زاتفاقِ دوام صحبتِ شاں شوق کا ہد ملالت افزاید

ملاقاتوں میں لطف آتا ہے کچھ مدت کی دوری سے
گھماتے کیوں ہو اس کو رات اور دن کی حضوری سے

تشریح: اس حدیث شریف میں اس مہمان کیلئے نصیحت ہے جو لوگوں پر بوجھ بن جائے اور ہر دن آئے یا نا مناسب وقت میں آٹپکے، اس سے تنگی اور حرج آئے گا، لوگ اس سے پریشان ہو جائیں گے اس مہمان کو چاہئے کہ وہ دیر دیر سے

جائے تا کہ محبت میں اضافہ ہوا اور اس کی مہمان نوازی بھی خوب ہو، اسلام میں مہمان نوازی کی بڑی تاکید آئی اور صلہ رحمی کرنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے: عَنْ أَبِي شُرَيْحٍ الْكَعْبِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، جَائِزَتُهُ يَوْمُهُ وَلَيْلَتُهُ، الضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَمَابَعْدَذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَثْوِيَ عِنْدَهُ حَتّٰى يُحْرِجَهُ (سنن أبي داؤد رقم: ٣٧٤٨، أول كتاب الأطعمة باب ماجاء في الضيافة)۔

حضرت ابوشریح الکعبیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت وتکریم کرے، اور مہمان کا انعام واعزاز (پر تکلف کھانا) ایک دن اور ایک رات تک ہے، اور اس کی مہمان داری تین دن تک ہے اور اس کے بعد جو کچھ ہے وہ (میزبان کیلئے) صدقہ ہے، اور مہمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ میزبان کے پاس اتنا ٹھہرا رہے کہ میزبان کو مشقت میں ڈال دے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ محبت و پیار میں اضافہ کی خاطر کچھ وقفہ ڈال کر دوست واحباب اور عزیز واقارب سے ملاقات کرے۔

بدیدار مرم شدن عیب نیست ولیکن نہ چنداں کہ گوید بس

(گلستاں باب دوم رص: ۸۹)

لوگوں کی زیارت کیلیئے جانا عیب نہیں اور لیکن اتنا نہیں کہ وہ کہنے لگیں کہ بس۔

گاہے گاہے کی ملاقات ہی اچھی ہے امیر
قدر کھودیتا ہے ہر روز کا آنا جانا

ہندی کی کہاوت ہے ایک دن کا مہمان گلاب کا پھول، دوسرے دن کا مہمان کنول کا پھول، تیسرے دن کا مہمان گیا گھر کیوں بھول۔

یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے ایک روایت میں اس طرح آیا ہے **وَقَدْ رُوِیَ فِیْ بَعْضِ هٰذِهِ الْأَسَانِیْدِ قَالَ لَهٗ: أَیْنَ کُنْتَ أَمْسِ یَا أَبَا هُرَیْرَةَ! قَالَ! زُرْتُ نَاسًا مِنْ أَهْلِیْ فَقَالَ: یَا أَبَا هُرَیْرَةَ! زُرْغِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا**، (شعب الإیمان للبیهقی رقم:۸۰۱۵)۔

بعض ان اسانید میں مروی ہے کہ حضورﷺ نے ان سے فرمایا تھا: کہ اے ابو ہریرہ! آپ کل کہاں تھے؟ ابو ہریرہؓ نے کہا: کہ میں اپنے بعض رشتہ داروں سے ملنے گیا تھا آپ نے فرمایا: کہ اے ابو ہریرہ! ناغہ کر کے ملاقات کیا کرو اس سے محبت میں اضافہ ہوگا۔

امام بیہقیؒ فرماتے ہیں یونس بن حبیب نے ہمیں اس مفہوم میں شعر سنایا:

أَغِبُّ زِیَارَتَکَ الصَّدِیْقَ یَرَاکَ کَالثَّوْبِ إِسْتَجَدَّهٗ
إِنَّ الصَّدِیْقَ یُمِلُّهٗ أَنْ لَّایَزَالَ یَرَاکَ

اپنے دوست کی دیر دیر سے زیارت کیا کر لہذا وہ تجھے ایسے دیکھے گا جیسے

اس کو نیا کپڑا مل جائے۔

حالانکہ بے شک دوست کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تو ہمیشہ اس کے پاس اور اس کے سامنے رہے، اور علی بن حسن بن علاء ہلالی نے یہ شعر سنائے۔

فَلاَ تُكْثِرَنَّ مِنَ الزِّيَارَةِ إِنَّهَا إِذَا كَثُرَتْ كَانَتْ إِلَى الْهَجْرِ مَسْلَكًا

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْغَيْثَ يُسَأَمُ دَائِمًا وَيُطْلَبُ بِالْأَيْدِىْ إِذَا هُوَ أَمْسَكَا

ملنے اور زیارت کرنے کی کثرت نہ کیجئے اس لئے کہ جب اس کی کثرت ہوجائے گی تو جدائی کا سفر شروع ہوجائے گا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ بارش ہمیشہ برستی ہے تو تھکا دیتی ہے اور جب نہیں آتی تو ہاتھ اٹھا اٹھا کر مانگی جاتی ہے۔

(شعب الإيمان للبيهقي رقم:٨٠٠٨، ٨٠٠٩، المقاصد الحسنة رقم:٥٣٧)

☆☆☆

حدیث نمبر:۲۸)عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى نَاقَتِهِ الْجَدْعَاءِ فَقَالَ فِي خُطْبَتِهٖ:......

طُوْبٰى لِمَنْ شَغَلَهٗ عَيْبُهٗ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ۔

شعب الإيمان للبيهقي رقم:١٠٠٧٩/ص:١٣٢/ج:١٣/ باب الزهد وقصر الأمل وهو جزء من خطبة طويلة، مجمع الزوائد للهيثمي رقم:١٧٧٠٠/ص:٣٩٤/ج:١٠/ كتاب الزهد، البحر الزخار المعروف بمسند البزار رقم:٦٢٣٧/ص:٣٤٨/ج:١٢/ مسند أبي حمزه أنس بن مالكؓ، حلية الأولياء لأبي نعيم/ص:٢٠٣/٣/باب جعفر بن محمد صادق، مسند الشهاب للقضاعي رقم:٦١٤، فردوس الخطاب للديلمي رقم:٣٧٤٢/ باب الطاء، فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم:٥٣٠٦/ حرف الطاء، المقاصد الحسنة للسخاوي رقم:٦٦٣، كشف الخفاء للعجلوني ١٦٧٣۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا اپنی ایسی اونٹنی پر جس کا کان چرا ہوا تھا پس آپ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:......

مبارک بادی ہے اس شخص کیلئے جس کو اس کا عیب لوگوں کی عیب گیری سے باز رکھے۔

اے خوش آنکہ بعیب بنی خویش　　پیشوائے ہنر وراں گردد
عیبِ او پیشِ دیدۂ دلِ او　　پردۂ عیب دیگراں گردد

مبارک وہ ہیں جو عیب اپنے رکھتے ہیں نگاہوں میں
نظر جن کی نہیں الجھی ہے غیروں کے گناہوں میں

تشریح: وہ شخص قابل مبارک باد ہے جس کو اپنی عیب جوئی دوسروں کے عیوب اور کمیوں پر نظر ڈالنے کی فرصت نہ دے۔

مطلب یہ ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ خود تمہارے اندر کیا عیوب ہیں اور تمہارا نفس کن برائیوں میں مبتلا ہے تو پھر تمہارے لئے یہ قطعاً مناسب نہیں ہوگا کہ تم دوسروں کے عیوب پر نظر رکھو اور دوسروں کی برائیوں پر انگلی اٹھاؤ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کو پورا کرنے کے نقطۂ نظر سے تو بے شک کسی کو اس کی برائی پر ٹوک سکتے ہو اور اس کو راہ راست اختیار کرنے کی تلقین کر سکتے ہو بلکہ تم پر یہ ضروری بھی ہے کہ اگر تم کسی کو برائی میں مبتلا دیکھو تو اس کو اس برائی سے ہٹانے کی

کوشش کرو لیکن محض عیب جوئی اور تحقیر و تذلیل کے خیال سے کسی کی برائی پر انگلی نہ اٹھاؤ اور اس کی غیبت نہ کرو بلکہ اپنی برائیوں اور اپنے عیوب پر نظر رکھتے ہوئے خود اپنے کو سب سے زیادہ ناقص اور کمتر سمجھو (مظاہر حق جدید رص:۶۴۷رج:۵)۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۲۹) عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

أَلْغِنٰى أَلْيَاسُ مِمَّا فِىْ أَيْدِى النَّاسِ۔

مسند الشهاب للقضاعي رقم:۱۹۹، كنز العمال رقم:۲۱۲۱، ۲۱۲۲، فردوس الخطاب للديلمي رقم: ۴۲۰۱ باب الطاء، فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم: ۵۸۱۱/ حرف الطاء، مجمع الزوائد رقم:۱۸۰۶۴/ص: ۵۱۱/ح: ۱۰/ كتاب الزهد، حلية الأولياء /ص: ۳۰۴/ح:۸/ باب بكر بن عياش، حديث ضعيف السند صحيح المعنىٰ وله شواهد۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے: کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مالداری ناامید ہونا ہے اس سے جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔

گر دلت توںگری باید   کہ تونگر دلی نِکو ہنر یست
باز کش دست ہمت از چیزے   کہ بدست تصرفِ دگریست

اگر کرنا ہے نکتہ بے نیازی کا تجھے از بر
تو جو کچھ دوسروں کا ہے نہ رکھ ہرگز نظر اس پر

تشریح: دل کی مالداری اور بے نیازی یہ ہے کہ جو کچھ لوگوں کے

ہاتھ میں مال ودولت ہے اس سے امید اور لالچ نہ رکھے بلکہ قناعت اختیار کرے اور جو کچھ اللہ نے اس کو دیدیا اس پر راضی رہے۔

ایک حدیث میں ہے **وَإِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُوَفِّی عَبْدَہٗ مَاکَتَبَ لَہٗ مِنَ الرِّزْقِ فَأَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ، خُذُوْا مَاحَلَّ، وَدَعُوْامَاحُرِّمَ** (مسند ابی یعلی رقم:۶۵۸۳) بے شک اللہ عزوجل پورا دیتا ہے اپنے بندے کو جو اس کے لئے رزق لکھا ہے، طلب میں کوشش کرو، جو حلال ہے اس کو لے لو، جو حرام ہے اس کو چھوڑ دو۔ مزید وضاحت حدیث نمبر۱۷ کے تحت گزر چکی ہے۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۳۰) عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ۔

جامع الترمذی رقم:۲۳۱۷/أبواب الزھد،ابن ماجہ رقم:۳۹۷۶/أبواب الفتن،مؤطاإمام مالک رقم:۱۷۲۸/کتاب حسن الخلق،مؤطاإمام محمد رقم:۹۴۷/ مشکوٰۃ المصابیح ۴۸۳۹،۴۱۳/باب حفظ اللسان،صحیح ابن حبان رقم:۲۲۹/باب ماجاء فی صفات المؤمنین۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی کی اسلام کی خوبی میں سے یہ ہے کہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔

تاشود درجہانِ علم وعمل ــــ شاہد دین تو جمال افزائے
زآنچہ درخور نیفتدت بازایست ــــ زآنچہ لائق نباشدت باز آئے

عیاں ہو جائے گا اسلام کی خوبی کا راز اس سے

کہ جو کچھ ہے ضرورت ہو بجا ہے احتراز اس سے

تشریح : یہ بڑی جامع حدیث ہے جو تمام اقوال و اعمال کو شامل ہے دین اسلام کا خلاصہ و نچوڑ اس حدیث میں آ گیا، بظاہر یہ حدیث کلام باری تعالیٰ کی اس آیت سے اقتباس ہے ''**وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ**'' (سورۂ مومنون آیت ۳)۔

ترجمہ: اور وہ لوگ جو نکمی بات پر دھیان نہیں دیتے۔

حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن پر اسلام کا مدار ہے امام ابوداؤد فرماتے ہیں وہ (مدار اسلام والی احادیث) چار ہیں:

پہلی: **اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ** (صحیح البخاری رقم:۵۲/ کتاب الایمان)۔

حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہات ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

دوسری: **مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيْهِ** (جامع الترمذی رقم:۲۳۱۷)۔

انسان کی اسلام کی بھلائیوں میں سے یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں کو چھوڑ دے۔

تیسری: **لَا يَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ**

(تاریخ مدینة دمشق لابن عساکر /ص:۱۹۷/ ج:۲۲/ فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم:۷۵۹۵)۔

مومن مومن نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ پسند کرے اپنے بھائی کیلئے وہی

چیز جو اپنے لئے پسند کرے۔

چوتھی: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ (صحیح البخاری رقم: ۱ر کتاب بدء الوحی)۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

بعض نے کہا تیسری حدیث یہ ہے: اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللّٰهُ وَازْهَدْ فِيمَا فِيْ أَيْدِيْ النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ (ابن ماجۃ رقم: ۴۱۰۲ر ابواب الزہد، مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح رص: ۷۷رج: ۹)۔

کہ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبتی اختیار کرو لوگ تم سے محبت کریں گے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے اسلام کے حسن وخوبی اور ایمان کے کامل ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ اس چیز سے اجتناب و پرہیز کرے جس کا اہتمام نہیں کیا جاتا جس کے ساتھ کوئی غرض متعلق نہیں ہوتی اور جس کی یہ شان نہیں ہوتی کہ کوئی شخص اس کا اہتمام کرے اور اس کے حصول میں مشغولیت اختیار کرے، حاصل یہ ہے کہ وہ چیز کوئی امر ضروری نہ ہو، چنانچہ جس چیز کا امر لایعنی کہا جاتا ہے اس کی تعریف وضاحت یہی ہے کہ اس کے برخلاف جو چیز امرِ ضروری کہلاتی ہے اور کوئی شخص جس کا اہتمام کرتا ہے وہ ایسی چیز ہوتی ہے جس کے ساتھ دنیا میں ضروریات زندگی اور آخرت میں سلامتی ونجات وابستہ ہوتی ہے، مثلا دنیا کی ضروریات زندگی میں سے ایک تو غذا ہے جو بھوک مٹاتی

ہے دوسرے پانی ہے جو پیاس رفع کرتا ہے، تیسرے کپڑا ہے جو ستر کو چھپاتا ہے، چوتھے بیوی ہے جو عفت وپاکدامنی پر قائم رکھتی ہے اور اسی طرح کی وہ چیزیں جو زندگی کی دوسری ضروریات کو پورا کریں نہ کہ وہ چیزیں جن سے محض نفس کی لذت حرص وہوس کی بہرہ مندی اور دنیا کی محبت کا تعلق ہوتا ہے، نیز ایسے افعال واقوال اور تمام حرکات وسکنات بھی نہیں جو فضول وبے فائدہ ہوں اسی طرح وہ چیزیں کہ جس سے آخرت کی سلامتی ونجات متعلق ہوتی ایمان واسلام اوراحسان کہ جس کی وضاحت ابتدا کتاب (مشکوٰۃ) میں حدیث جبریل میں ذکر ہوچکی ہے، حاصل یہ ہے کہ جو چیزیں دنیا وآخرت میں ضروری ہیں اور جن پر دینی ودنیوی زندگی کا انحصار ومدار ہوتا ہے اور جو مولیٰ کی رضا مندی وخوشنودی کا سبب وذریعہ بنتی ہے وہ تو لایعنی نہیں ہیں ان کے علاوہ باقی تمام چیزیں لایعنی ہیں، خواہ ان چیزوں کا تعلق عمل سے ہو یا قول سے، حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا ہے کہ لایعنی (بے فائدہ) بات کا آخری درجہ یہ ہے کہ تم کوئی ایسی بات زبان سے نکالو کہ جس کو اپنی زبان سے نہ نکالتے تو گناہ گار نہ ہوتے اور اس کی وجہ سے نہ تو تمہیں فوری طور پر کوئی نقصان پہونچتا اور نہ ہی آئندہ کے اعتبار سے اس کی مثال یہ ہے کہ فرض کرو تم کچھ لوگوں کیساتھ بیٹھے ہوئے ہو اب تم نے ان کے سامنے اپنے کسی سفر کے احوال بیان کئے اس بیان احوال کے دور ان تم نے ہر اس چیز کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جو تم نے اپنے سفر کے دوران دیکھی

تھی مثلاً پہاڑ، عمارت وغیرہ، یا جو کچھ واقعات وحادثات پیش آئے تھے ان کے بارے میں بتایا، پھر تم نے ان اچھے کھانوں، عمدہ لباس، پوشاک اور دوسری چیزوں کا بھی ذکر کیا جو تمہیں ملی تھیں، یا جن کو تم نے دیکھا تھا ظاہر ہے کہ تم نے جو یہ ساری تفصیل بیان کی اور جن امور کا ذکر کیا وہ یقیناً ایسی چیزیں ہیں کہ اگر تم ان کو بیان نہ کرتے نہ گناہ گار ہوتے اور نہ تمہیں کوئی نقصان وضرر برداشت کرنا پڑتا جب کہ اس لمبی چوڑی تفصیل بیان کرنے کی صورت میں بہت ممکن ہے کہ کسی موقع پر تمہاری زبان نے لغزش کھائی ہو اور اس سے کوئی ایسی بات نکل گئی ہو جس سے تم گناہ گار بن گئے ہو (مظاہر حق جدید ص:۴۶۴ ج:۵)۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۳۱) عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَؓ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرْعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ۔

صحیح البخاری رقم:۶۱۱۴/ کتاب الأدب باب الحذر من الغضب، صحیح مسلم رقم ۲۶۰۸/ کتاب البر والصلة والأدب باب فضل من یملک نفسه عند الغضب، سنن ابی داؤد رقم: ۴۷۷۹/ أول کتاب الأدب، باب من کظم غیضا، مؤطا إمام مالک رقم:۱۷۳۷/ کتاب حسن الخلق باب ماجاء فی الغضب، أحمد فی المسند رقم: ۷۲۱۹/ عن أبی هریرةؓ، صحیح ابن حبان رقم:۷۱۷/ کتاب الزقائق باب الفقر والزهد والقناعة، مشکوٰة المصابیح رقم:۵۱۰۵/ ص:۴۳۳/ باب الغضب والکبر۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نہیں ہوتا ہے کوئی قوی کسی کو پچھاڑ دینے سے، بلکہ قوی وہی ہوتا ہے جو قابو میں رکھے اپنے نفس کو غصہ کے وقت۔

پہلوان نیست آنکہ در کشتی پہلوانِ دگر بینداز د
پہلوان آں بود کہ گاہ غضب نفس امارہ را زبوں سازد

صفوں کو تم نے الٹا، پہلوانوں کو پچھاڑا بھی
مگر غصہ میں دیوِ نفس کا لنگرا کھاڑا بھی

تشریح: شدید: سخت، طاقتور، پہلوان۔ صُرعة: کے معنیٰ مدمقابل کو پچھاڑ دینا، چت کر دینا، اس ارشاد گرامی کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ اصل میں اگر کوئی چیز انسان کی سب سے بڑی دشمن اور اس کے مقابلہ میں سب سے زیادہ طاقتور ہے تو وہ خود اس کا نفس ہے، اگر کوئی شخص بڑے بڑے پہلوانوں کو پچھاڑتا رہا اور اپنے طاقتور ترین دشمن کو بھی زیر کرتا رہا مگر خود اپنے نفس پر غالب نہیں آسکا تو یہ کوئی کمال نہیں، اصل کمال تو یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو زیر کرے جو اس کا اصل دشمن ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اَعْدٰی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ جَنْبَیْکَ'' (الزهد الكبير للبيهقي الجز الثاني فصل في ترك الدنيا ومخالفة النفس والهوىٰ رقم: ٣٤٣) تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔

واضح رہے کہ بدن کی قوت ظاہری اور جسمانی ہے جو زوال پذیر اور فنا ہو جانے والی ہے اس کے برخلاف جو قوت نفس کو زیر کرتی ہے وہ دینی اور روحانی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور ہمیشہ باقی رہتی ہے لہذا نفس کو مارنا وصف اور کمال کی بات ہے جبکہ آدمی کو پچھاڑنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا (مظاہر حق جدید/ص:۶۱۵/ج:۵)۔

لیکن یاد رہے کہ غصہ کو روکنا اور اس پر قابو پانے کا حکم اس وقت ہے جب اس کی وجہ سے اللہ کے احکام کی مخالفت لازم آ رہی ہو، ہاں اللہ کے احکام کی حفاظت کیلئے اللہ کی نافرمانی کو روکنے اور اللہ کے دشمنوں سے لڑنے کیلئے غصہ آئے تو قابل تعریف ہے اور اللہ کی عطا کی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ کے احکام کی پامالی کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بھی سخت غصہ میں آ جاتے تھے۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۳۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، إِنَّمَا الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ۔

صحيح ابن حبان رقم: ۶۷۹/ كتاب الرقائق ، باب الفقر والزهد والقناعة واللفظ له ،صحيح البخاري رقم: ۶۴۴۶/ كتاب الزقائق باب الغنى غنى النفس ، بلفظ لكن الغنى،صحيح مسلم رقم: ۱۰۵۱ كتاب الزكاة باب فضل القناعة والحث عليها بلفظ لكن الغنى،جامع الترمذي رقم: ۲۳۷۳/ أبواب الزهد باب ماجاء أن الغنى غنى النفس بلفظ لكن الغنى،ابن ماجة رقم: ۴۱۳۷/ أبواب الزهد باب القناعة بلفظ لكن الغنى،أحمد في المسند رقم: ۷۳۱۶/ عن أبي هريرةؓ بلفظ لكن الغنى،مشكوة المصابيح رقم: ۵۱۷۰/ص: ۴۴۰/ كتاب الرقاق بلفظ لكن الغنى۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مالداری مال واسباب کی کثرت سے نہیں، بلکہ اصل مالداری دل کی مالداری ہے۔

نہ تونگر کسے بود کہ بمال — کار پردازوچارہ ساز بود

آں بود کزشہودِ فضل خدائے — از زر ومال بے نیاز بود

غنی اس کو نہ سمجھو جس کے گھر میں نقرہ وزر ہو

غنی اس شخص کو کہتے ہیں جو دل کا تونگر ہو

تشریح: دل کا غنی ہونا یہ ہے کہ جو کچھ حاصل ہو اس پر قناعت کرے، مال ودولت اور مالداروں سے بے نیازی وبے پروائی برتے اور بلند ہوصلگی اور عالی ہمتی کا مالک ہو کہ نہ تو حرص وطمع میں مبتلا ہو اور نہ کسی کے آگے دست سوال دراز کرے، چنانچہ جو شخص ایسا ہو کہ اس کا دل مال ودولت حاصل کرنے اور جوڑنے بٹورنے میں لگا رہے اور کثرت مال کی طلب وحرص میں مبتلا ہو تو وہ حقیقت میں فقیر ومحتاج ہے، خواہ ظاہر میں کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو اور جو شخص قوت وکفاف پر قانع وراضی ہو اور زیادہ طلبی وحرص سے دور رہے وہ اصل میں تونگر وغنی ہے اگرچہ ظاہر میں اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو، اسی حقیقت کو حضرت شیخ سعدیؒ نے یوں بیان کیا:

تونگری بدل است نہ بمال　　　　بزرگی بعقل است نہ بسال

بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ غنی النفس (یعنی نفس کے غنی ہونے) سے مراد یہ ہے کہ وہ علمی وعملی کمالات حاصل ہوں جن کے بغیر انسان کی روحانی واخلاقی زندگی نہ تو محفوظ رہتی ہے اور نہ اس کو آسودگی وعظمت حاصل ہوتی ہے، گویا اصل خوش بختی ودولت اور تونگری کا مدار روحانی وعملی کمالات پر ہے نہ کہ مال ومتاع کی کثرت پر، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

تونگری نہ بمال است نزد اہل کمال

کہ مال تالبِ گوراست بعد ازاں اعمال

اور حضرت علیؓ نے یوں فرمایا ہے:

رَضِينَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِينَا　　　　لَنَا عِلْمٌ وَلِلْأَعْدَاءِ مَالُ

حق تعالیٰ نے ہماری قسمت میں جو کچھ لکھ دیا ہے ہم اس پر راضی ومطمئن ہیں ہمارے لئے علم کی دولت ہے اور دشمنوں کیلئے دنیوی مال ہے۔

فَإِنَّ الْمَالَ يَفْنٰى عَنْ قَرِيبٍ　　　　وَإِنَّ الْعِلْمَ يَبْقٰى لَا يَزَالُ

(تعلیم المتعلم رص:۳۰ر دیوانِ علیؓ قافیۃ الام رص:۷۶)

پس اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیوی مال بہت جلد فنا ہونے والا ہے جبکہ علم کی دولت یقیناً ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ دنیوی مال ومتاع ان لوگوں کی میراث ہے جو

خدا کے نزدیک سخت مبغوض اور مردود ہیں جیسے فرعون، قارون اور تمام کفار وفجار وغیرہ جبکہ انبیاء، علماء اور اولیاء کی میراث علم واخلاق کی دولت ہے، لہذا دنیادار شخص ظاہری مال ومتاع حاصل کر کے راضی ومطمئن ہوتا ہے اور دیندار شخص علم کی دولت پا کر خوش اور مطمئن ہوتا ہے (مظاہر حق جدید رص:۱۶۱رص:۶)۔

لیکن اگر دونوں باتیں جمع ہو جائیں یعنی مال وسامان بھی ہو اور دل بھی بے نیاز ہو تو کیا کہنے، صحابہ اور بعد کے بزرگوں میں ایسے بہت سے حضرات گزرے ہیں جن کو یہ دونوں باتیں حاصل تھیں، وہ بڑے مالدار بھی تھے اور ان کو اطمینان قلبی بھی حاصل تھا اگر یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہو جائیں تو پھر قابل رشک دل کا استغنا ہے، مال وسامان کی فراوانی کوئی معنی نہیں رکھتی (تحفۃ الالمعی رص:۱۴۵رج:۶)۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۳۳)عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِذٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

أَلْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ۔

مسند الشهاب للقضاعي رقم:۲۴/ ابن أبي الدنيا رقم:۱۲/۷/كتاب العقل وفضله، فردوس الخطاب للديلمي رقم: ۲۶۱۹/باب الحاء، المقاصد الحسنة رقم: ۴۰۱/ كشف الخفاء رقم: ۱۱۲۹، فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم: ۳۸۱۵، المعجم الأوسط للطبراني رقم:۵۹۸/ بلفظ احترسوا من الناس سوء الظن عن أنس، الدرر المنتثرة في الأحاديث المشتهرة رقم: ۲۰۱/ حرف الحاء، شعب الإيمان رقم: ۴۳۵۶/ فصل في فضل العقل الذي من النعم العظام اللتي كرم الله بها عبادة، يروى الحديث بأسانيد مرفوعا وموقوفا مقطوعا وبعضها يتقوى ببعض۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن بن عائذؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:

انسان کی دوراندیشی یہ ہے کہ وہ اپنے نفس پر بدگمان رہے۔

حزم مردم آں بود کہ درہمہ وقت — درحق خویش بدگمان باشد

درہمہ کار احتیاط کند — تازہر کید دراماں باشد

اگر ہوتو یہی محتاط ہونے کی نشانی ہو

کہ اپنے اوپر انسان کو ہمیشہ بدگمانی ہو

حزم کے معنیٰ محتاط، دوراندیشی، حفاظت، ہوشیاری، عزم، پختگی، انجام میں غوروفکر کرنا، حتی الامکان لغزش اور خلل سے بچنا، اور ظن کے معنیٰ خیال، شک، اٹکل، اندازہ، گمان خواہ اچھا ہو یا برا، ذہن کا کسی چیز کو ترجیح کے ساتھ قبول کرلینا، علامات وقرائن۔ اور حسن ظن کے معنیٰ اچھا گمان، اور سوءظن کے معنیٰ براگمان، بدگمانی، پھر ظن کی چار قسمیں ہیں ایک حرام، دوسری مامور بہ اور واجب، تیسری مستحب اور مندوب، چوتھی مباح اور جائز، ظن حرام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی رکھے کہ وہ مجھے عذاب ہی دے گا، مصیبت ہی میں رکھے گا، اس طرح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت سے گویا مایوس ہے، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: **لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ** (صحیح مسلم رقم:۲۸۷۷/ کتاب الجنة باب الأمر بحسن الظن بالله تعالیٰ عندالموت)۔

ترجمہ: کہ تم میں سے کسی کو اس کے بغیر موت نہ آنی چاہئے مگر یہ کہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان ہو۔

اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے: **أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ فَلْیَظُنَّ بِیْ مَاشَاءَ** (المستدرک للحاکم رقم: ۷۶۰۳/ کتاب الموتہ والإنابة، صحیح ابن حبان رقم: ۶۳۳/ باب حسن الظن باللہ تعالیٰ)۔

یعنی میں اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے، اس کو اختیار ہے کہ میرے ساتھ جو چاہے گمان رکھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے ساتھ حسن ظن فرض ہے اور بدگمانی حرام ہے، اسی طرح ایسے مسلمان جو ظاہری حالت میں نیک دیکھے جاتے ہیں ان کے متعلق بلا کسی قوی دلیل کے بدگمانی کرنا حرام ہے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **إِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَکْذَبُ الْحَدِیْثُ** (صحیح البخاری رقم: ۵۱۴۳/ کتاب النکاح، صحیح مسلم رقم: ۲۵۶۳/ کتاب البر والصلۃ والأدب)۔ کہ تم گمان سے بچو! کیونکہ گمان جھوٹی بات ہے۔

یہاں ظن سے مراد باتفاق کسی مسلمان کے ساتھ بلا کسی دلیل کے بدگمانی کرنا ہے اور جو کام ایسے ہیں کہ ان میں سے کسی جانب عمل کرنا شرعاً ضروری ہے، اور اس کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی دلیل واضح موجود نہیں، وہاں ظن غالب پر عمل کرنا واجب ہے، جیسے باہمی تنازعات، مقدمات کے فیصلے میں ثقہ گواہوں کی

گواہی کے مطابق فیصلہ دینا، کیونکہ حاکم وقاضی جس کی عدالت میں مقدمہ دائر ہے، اس پر اس کا فیصلہ دینا واجب وضروری ہے اور اس خاص معاملہ کے لئے کوئی نص قرآن وحدیث میں موجود نہیں تو ثقہ آدمیوں کی گواہی پر عمل کرنا اس کیلئے واجب ہے، اگرچہ یہ امکان واحتمال وہاں بھی ہے کہ شاید ثقہ آدمی نے اس وقت جھوٹ بولا ہو اس لئے اس کا سچا ہونا صرف ظن غالب ہے اور اسی پر عمل واجب ہے، اسی طرح جہاں سمت قبلہ معلوم نہ ہو اور کوئی ایسا آدمی بھی موجود نہ ہو جس سے معلوم کیا جاسکے وہاں اپنے ظن غالب پر عمل ضروری ہے، اسی طرح کسی شخص پر کسی چیز کا ضمان دینا واجب ہوا تو اس ضائع شدہ چیز کی قیمت میں ظن غالب ہی پر عمل کرنا واجب ہے، اور ظن مباح ایسا ہے جیسے نماز کی رکعتوں میں شک ہو جائے کہ تین پڑھی ہیں یا چار تو اپنے ظن غالب پر عمل کرنا جائز ہے اور اگر ظن غالب کو چھوڑ کر امر یقینی پر عمل کرے یعنی تین رکعت قرار دیکر چوتھی پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے، اور ظن مستحب ومندوب یہ ہے کہ ہر مسلمان کے ساتھ نیک گمان رکھے کہ اس پر ثواب ملتا ہے (احکام القرآن للجصاص ملخصا، معارف القرآن شفیعی رج:۸رص:۱۲۰رسورۂ حجرات)۔

بعض حضرات نے سوءظن (بدگمانی) کی ایک مباح اور جائز قسم یہ بیان کی ہے کہ فاسق ومُعلن (یعنی علانیہ گناہ کرنے والے) کے ساتھ ایسا گمان رکھنا جائز ہے کہ جیسے افعال اس سے ظہور میں آتے ہوں (تفسیر روح البیان، سورۂ حجرات) یعنی کسی شخص میں بدگمانی کے ٹھوس دلائل موجود ہوں تو ایسے شخص سے بدگمانی رکھنا جائز ہے گناہ

نہیں ہے، لیکن جائز بدگمانی کی آخری حد یہ ہے کہ اس کے امکانی شر سے بچنے کیلئے بس احتیاط سے کام لینے پر اکتفا کیا جائے، اور اس کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھے کسی پر ظاہر نہ ہونے دے۔

اس حدیث کے کئی تراجم و مطالب بیان کئے گئے ہیں:

(۱) دوراندیشی یہ ہے کہ (آدمی اپنے نفس پر) بدگمان رہے۔ یعنی احتیاط اور دانائی یہ ہے کہ انسان اپنے نفس پر برا گمان رکھے، اور کسی بھی وقت اس سے مطمئن نہ ہو، عارفین یہی کہتے ہیں کہ دوسروں سے تو حسن ظن رکھے مگر اپنے نفس سے سوء ظن (بدظنی) رکھے (کمالات اشرفیہ، ص:۱۴۴)۔

حضرت علیؓ کا فرمان ہے: إِيَّاكَ وَالثِّقَةَ بِنَفْسِكَ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ اَكْبَرِ مَصَائِدِ الشَّيْطَانِ (غرر الحکم رقم:۸۔۲۶۶۷ / الاقوال المبارکۃ لسیدنا علیؓ رقم:۲۱۰) خبردار اپنے نفس پر اعتماد نہ کرنا، کیونکہ یہ شیطان کے جالوں میں سے ایک بڑا جال ہے۔

(۲) احتیاط یہ ہے کہ (دوسروں سے) بدگمانی رکھے:

اس کا مطلب یہ ہے کہ معاملہ ایسا کرے جیسے بدگمانی کی صورت میں کیا جاتا ہے کہ بدوں قوی اعتماد کے اپنی چیز کسی کے حوالہ نہ کرے، نہ یہ کہ اس کو چور سمجھے اور اس کی تحقیر کرے، خلاصہ یہ ہے کہ کسی شخص کو چور یا غدار سمجھے بغیر اپنے معاملہ میں احتیاط اور حفاظت برتے، ور ہر حال میں ہوشیار اور چوکنا رہے، اور اپنی جان و مال کی حفاظت کا خود بندوبست کرے، ممکن ہے کہ ظاہر میں ایک آدمی اچھا اور نیک معلوم ہو

مگراس کے دل میں بے ایمانی اور خیانت بھری ہو جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے فرمایا:

نگہ دار آں شوخ در کیسہ دُر　　　　که بیند ہمہ خلق را کیسہ بُر

(بوستاں باب اول رص:۶۲)

تھیلی میں موتی وہ ہوشیار آدمی محفوظ رکھ سکتا ہے جو تمام مخلوق کو جیب کترا سمجھے (معارف القرآن شفیعی رج:۸رص:۱۲۰رلغات الحدیث رج:۱رص:۴۳۸)۔

اسی طرح حضرت علیؓ کا فرمان ہے: مَنْ أَقَلَّ الْإِسْتِرْسَالَ سَلِمَ (غرر الحکم رقم:۵۹۵) کہ جس شخص نے لوگوں پر کم اعتماد کیا وہ محفوظ رہا۔

اور ایک روایت میں ہے: عَن بن عباسؓ أَنَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مَنْ حَسَّنَ ظَنَّهُ بِالنَّاسِ كَثُرَتْ نَدَامَتُهُ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر رج:۷رص:۱۲۷رباب محمود بن محمد بن عیسی الاطرابلس، الدرر المنتثرۃ رقم:۴۰رالمقاصد الحسنۃ رقم:۳۲۰رروی ایضا مرسلا مرفوعا وکلها ضعیفۃ، کشف الخفاء رقم:۲۴۶۳)۔ کہ جس شخص نے لوگوں سے زیادہ حسن ظن رکھا، اس کی شرمندگی زیادہ ہوئی۔ اس صورت میں بدگمانی کے معنیٰ کسی پر کلی اعتماد نہ رکھنے کے ہوں گے۔

امام ابو حاتم ابن حبان فرماتے ہیں: وَأَمَّا الَّذِيْ يُسْتَحَبُّ مِنْ سُوْءِ الظَّنِّ فَهُوَ كَمَنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ آخَرَ عَدَاوَةٌ أَوْ شَحْنَا فِيْ دِيْنٍ أَوْ دُنْيَا يَخَافُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ مَكْرِهٖ فَحِيْنَئِذٍ يَلْزَمُهٗ سُوْءُ الظَّنِّ بِمَكَائِدِهٖ وَمَكْرِهٖ، لِئَلَّا يُصَادِفُهٗ عَلٰى غِرَّةٍ بِمَكْرِهٖ فَيُهْلِكُهٗ، وَفِيْ ذٰلِكَ أَنْشَدَنِيْ الْأَبْرَشُ:

وَحُسْنُ الظَّنِّ يَحْسُنُ فِيْ أُمُوْرٍ وَيُمْكُنُ فِيْ عَوَاقِبِهٖ نَدَامَهْ
وَسُوْءُ الظَّنِّ يَسْمُجُ فِيْ وُجُوْهٍ وَفِيْهِ مِنْ سَمَاجَتِهٖ حَزَامَهْ

(روضہ العقلاء لابن حبان البُستی ،ص:۷۸، باب الزجر عن التجسس وسوء الظن)۔

مستحب بدگمانی یہ ہے کہ اس کے اور دوسرے شخص کے درمیان دینی یا دنیوی معاملہ میں دشمنی یا عداوت ہو، وہ اپنے اوپر دوسرے کے مکروفریب سے خوف رکھتا ہو، تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اس کے مکروفریب سے بچتے ہوئے اس سے بدگمانی رکھے، مبادا وہ اس کے مکر کی وجہ سے ہلاکت میں نہ پڑ جائے اسی کے متعلق ابرش شاعر نے یہ اشعار کہے ہیں:

بہت سے امور میں حسن ظن اچھا ہوتا ہے، اور انجام کار کے اعتبار سے اس میں ندامت کا امکان بھی ہوتا ہے۔ اور بہت سے مقامات میں بدگمانی کو برا سمجھا جاتا ہے، اور اس کے برا سمجھنے میں ہی محتاط رائے ہے۔

اسی جائز بدگمانی پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:

قَالَ سُفْيَانُ: الظَّنُّ ظَنَّانِ، فَظَنٌّ إِثْمٌ، وَظَنٌّ لَيْسَ بِإِثْمٍ، فَأَمَّا الظَّنُّ الَّذِيْ هُوَ إِثْمٌ: فَالَّذِيْ يَظُنُّ ظَنًّا وَيَتَكَلَّمُ بِهٖ، وَأَمَّا الظَّنُّ الَّذِيْ لَيْسَ بِإِثْمٍ: فَالَّذِيْ يَظُنُّ وَلَا يَتَكَلَّمُ بِهٖ۔ (جامع الترمذی رقم:۱۹۸۸، ابواب البر والصلۃ باب ما جاء فی ظن السوء)۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا: گمان کی دو قسمیں ہیں، ایک گمان گناہ ہے اور دوسرا گمان گناہ نہیں، پس وہ گمان جو گناہ ہے وہ یہ ہے کہ ایک آدمی گمان قائم

کرے اوراس کی بنیاد پر باتیں کرے، اور وہ گمان جو گناہ نہیں یہ ہے کہ گمان گمان کی حد تک رہے اوراس کی بنیاد پر باتیں نہ کرے (چونکہ اس نے اس گمان کو اپنے ہی تک محدود رکھا کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا اس لئے اس بدگمانی میں گناہ نہیں)۔

(۳)محتاط رہنا بدگمانی کی وجہ سے ہے۔

اس صورت میں سوء سے پہلے ''ب'' سببیہ محذوف ماننا پڑے گا مطلب یہ ہے کہ بدگمانی پیدا ہونے کے اسباب ومقامات سے آدمی پرہیز کرے، حضرتِ عمر فاروقؓ فرماتے ہیں: **قال عمر بن الخطاب: مَنْ أَقَامَ نَفْسَهُ مَقَامَ التُّهْمَةِ فَلا يَلُوْمَنَّ مَنْ أَسَاءَ بِهِ الظَّنَّ** (مكارم الاخلاق للخرائطي /ص: ۱۰۰۵ / باب مايستحب للمرء من التحرز أن يسابه الظن ، كشف الخفاء للعجلوني رقم: ۸۸)۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: کہ جو شخص اپنے آپ کو تہمت کی جگہ رکھے پھر کوئی شخص اس کے بارے میں بدگمانی کرے تو یہ ہرگز اسے ملامت نہ کرے اورایک روایت میں ہے: **عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : إِحْتَرِسُوْا مِنَ النَّاسِ بِسُوْءِ الظَّنِّ.**

(المعجم الأوسط للطبراني رقم: ۱۳۴ /الدرر المنتثره رقم: ۴/ المقاصد الحسنة رقم: ۳۲/ كشف الخفاء رقم: ۱۳۴ / الكامل في ضعفاء الرجال /ص: ۲۳۹۸/ فيه معاوية بن يحيىٰ ضعيف جدا)۔

حضرت انس بن مالکؓ سے منقول ہے: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم حفاظت کرو لوگوں سے بدگمانی کے سبب، اوراہلِ عرب کا قول ہے: **عن الحكم بن عبدالله الأزرق قال: كَانَتِ الْعَرَبُ تَقُوْلُ: اَلْعَقْلُ**

التَّجَارِبُ وَالْحَزْمُ سُوْءُ الظَّنِّ قَالَ: فَقَالَ الْأَعْمَشُ: أَلَاتَرىٰ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا سَاءَ ظَنُّهُ بِالشَّيْءِ حَذِرَهُ (لعقل وفضله لإبن ابی الدنیا / ص:۱۸).

حکم بن عبد اللہ الأزرق سے منقول ہے: کہتے ہیں: کہ اہل عرب کا قول ہے: کہ عقل تجربہ ہے اور احتیاط بدگمانی کی وجہ سے ہے، راوی کہتے ہیں: پس اعمش نے کہا: کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آدمی جب کسی وجہ سے بدگمان ہو جاتا ہے تو اس سے احتیاط کرتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مؤمن اللہ تعالیٰ اور عام مسلمانوں کے ساتھ تو حسن ظن رکھے، بغیر دلیل کے کسی پر شک وشبہ نہ کرے، اور بلا وجہ کسی سے بدگمانی بھی نہ رکھے، کیونکہ بدگمانی گناہ تک پہونچا دیتی ہے، اور لوگوں کے عیوب کی پردہ دری بھی نہ کرے، اور خود بھی بدگمانی اور تہمت کی جگہوں سے پرہیز کرے، لیکن جب لین دین کا معاملہ کرے تو خوب تحقیق اور ہوشیاری سے کرے، معاملات میں برابری رکھنا اور کسی پر کلی اعتماد نہ کرنا سلامتی کا باعث ہے، کسی کی ظاہری حالت اور چرب زبانی سے لغزش نہ کھائے کیونکہ صالح وطالع کسی کے چہرہ پر لکھا ہوا نہیں ہوتا، اور نفس وشیطان کے مکروفریب سے بھی محتاط رہے۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۳۴)عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

أَلْعِلْمُ لَا يَحِلُّ مَنْعُهُ۔

فردوس الخطاب للديلمي رقم: ۴۰۱۵/ باب العين،مسند الشهاب للقضاعي رقم: ۸۴/ عن أنس،جامع الأحاديث رقم: ۱۴۵۲۸، كنز العمال رقم: ۲۸۶۷۰،فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم: ۵۸۲۱/ حرف العين،المستدرک للحاکم /ص: ۱۸۱/ رقم: ۳۴۴/ فهو حديث حسن صحيح۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

علم سے کسی کو روکنا حلال نہیں ہے۔

اے گرانمایہ مردِ دانشور   گر ترا علم دیں بود معلوم
مستعد را ازں مشو مانع   مستحق را ازاں مکن محروم

ہر اک انسان کو حق ہے علم کی دولت سے ہو فائز
کسی کو روکنا اس سے نہیں اسلام میں جائز

تشریح: اس حدیث کے مثل ایک حدیث ہے: **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهُ ثُمَّ كَتَمَهُ أُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ۔**

جامع الترمذي رقم: ۲۶۴۹/ أبواب العلم،سنن أبي داؤد رقم: ۳۶۵۸/ أول كتاب العلم،ابن ماجة رقم: ۲۶۱/ كتاب السنة،المستدرک للحاکم رقم: ۳۴۴/ كتاب العلم،مشكوة المصابيح رقم: ۲۲۳/ص: ۳۴/ كتاب العلم۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص سے کوئی علم دین کی بات پوچھی گئی جس کو وہ جانتا ہے پھر وہ اس کو چھپائے تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے کوئی سائل دین کا مسئلہ پوچھے اور وہ جانتا

ہوتو اس کا چھپانا اور پوچھنے والے کو نہ بتانا سخت گناہ ہے، چنانچہ یہ واضح رہے کہ کتمان علم پر اس وعید کا تعلق دین کی اسی بات سے ہے جس کو بتانا، سکھانا اور جس کی تعلیم دینا ضروری ہو، مثلا ایک شخص مسلمان ہونے کا ارادہ کرتا ہے اور پوچھتا ہے کہ مجھے بتاؤ کہ اسلام کیا ہے اور اسلام کس طرح لایا جاتا ہے، یا کوئی شخص نماز پڑھنا چاہتا ہے اور نماز کا وقت آجانے پر پوچھتا ہے کہ مجھ کو نماز کے بارے میں بتاؤ اور یا کوئی شخص کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں فتویٰ چاہتا ہے تو دینی فرائض وواجبات سے متعلق اس طرح کی چیزوں میں پوچھنے والے کو بتانا اور اس کو دینی مسئلہ سے واقف کرادینا لازم ہے، جبکہ امور نوافل میں یہ صورت نہیں ہے (مظاہر حق جدید/ص:۲۷۸/ج:۱)۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۳۵)عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَؓ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

أَلْكَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ۔

صحیح البخاری رقم: ۲۹۸۹/ کتاب الجهاد والسیر باب من أخذ بالرکاب ونحوه،باب طیب الکلام و قال أبو هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم ألكلمة الطیبة صدقة رقم: ۶۰۲۳/ کتاب الأدب، صحیح مسلم رقم: ۱۰۰۹/کتاب الزکوٰة باب بیان أن إسم الصدقة یقع علی کل نوع من المعروف،أحمد فی المسند رقم: ۸۱۱۱،۸۶۰۸/ عن أبی هریرةؓ،مسند الشهاب رقم: ۹۳،فردوس الخطاب للدیلمی رقم: ۴۹۷۰،صحیح ابن حبان رقم: ۴۷۲/ کتاب البر والإحسان باب حسن الخلق۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

پاکیزہ کلام کرنا صدقہ ہے۔

سخن نرم گوئے باسائل گر زمالش نمی دہی صدقہ
زانکہ درروئے اہل حاجت ہست قولِ خوش از مقولہ صدقہ

اگر خالی ہو جیب اور مرتبہ سائل کا پہچانو
تو میٹھی بات کو خیرات کا نعم البدل جانو

تشریح: نیک بات سے کسی کا دل خوش کرنا بھی صدقہ ہے یعنی جس طرح مال دینے سے آدمی کا دل خوش ہو جاتا ہے اسی طرح عمدہ اور شیریں کلام سے بھی مخاطب کے دل میں جو ہو وہ جاتا رہتا ہے اور یہ بڑا نیک عمل ہے، حسنِ کلام اور پاکیزہ کلام میں کلمۂ توحید سے لیکر تمام اذکار اور ایک انسان کا دوسرے انسان سے زبانی یا تحریری طور پر ایسا کلام کرنا سب داخل ہے کہ جس میں دوسرے کے دین یا دنیا کی خیر و بھلائی، راحت رسانی وغیرہ موجود ہو، اور اس میں جھوٹ، غلط بیانی، غیبت، چغلی، دوسرے کی تحقیر و تنقیص وغیرہ شامل نہ ہو۔

ایک حدیث میں ہے: عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَلْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ تَخْطُوهَا إِلَى الْمَسْجِدِ صَدَقَةٌ۔ أحمد فی المسند رقم: ۸۱۱۱، صحیح ابن حبان رقم: ۴۷۲/ کتاب البر والإحسان باب حسن الخلق۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھی بات کرنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو اٹھے (نماز یا) مسجد کی طرف وہ بھی صدقہ ہے۔

قَالَ أَبُوْ شُرَيْحٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ يُوْجِبُ لِيَ الْجَنَّةَ قَالَ: طِيْبُ الْكَلَامِ وَبَذْلُ السَّلَامِ وَإِطْعَامُ الطَّعَامِ۔

صحيح ابن حبان رقم: ٥٠٤/ كتاب البر والإحسان باب إفشاء السلام وإطعام الطعام۔

حضرت ابوشریحؒ (یعنی حضرت ہانی) نے عرض کیا: کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جو میرے لئے جنت واجب کردے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ پاکیزہ کلام کرنا اور سلام کو عام کرنا اور (لوگوں) کو کھانا کھلانا (یہ جنت واجب کرنے والے اعمال ہیں)۔

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَؓ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا طِيَرَةَ وَخَيْرُهَا الْفَالُ قِيْلَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَاالْفَالُ؟ قَالَ: الْكَلِمَةُ الصَّالِحَةُ يَسْمَعُهَا أَحَدُكُمْ ۔

صحيح مسلم رقم: ٢٢٢٣/ كتاب السلام ، باب الطيرة والفال ومايكون فيه من الشؤم۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: کہ بدشگونی (وبدفالی) کی کوئی حیثیت نہیں ہے، البتہ فال میں بہترین نیک فال ہے، کسی نے عرض کیا: کہ اے اللہ کے رسول فال سے کیا مراد ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اچھا کلمہ جو تم میں سے کوئی سنے۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۳۶)عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

كَثْرَةُ الضِّحْكِ تُمِيْتُ الْقَلْبَ۔

جامع الترمذی رقم: ۲۳۰۵/ أبواب الزهد باب من اتقی المحارم فهو أعبدالناس، ابن ماجة رقم: ۴۱۹۳/ أبواب الزهد باب الحزن والبكاء، مشكوٰة المصابيح رقم: ۴۸۶۶/ ص: ۴۱۵/ باب حفظ اللسان /ص: ۴۴۰/ كتاب الرقاق، الأدب المفرد رقم: ۲۵۲/ باب الضحک، أحمد فی المسند رقم: ۸۰۹۵/ عن أبی هريرة، مسند الشهاب للقضاعی رقم: ۱۱۱/ حديث حسن صحيح۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ہنسی کی زیادتی دل کو مردہ بنادیتی ہے۔

خرّم آں کس کہ بہرِ زندہ دلی — زیرِ لب خندہ رابمیر اند
خندہ کم کن کہ خندہ بسیار — صد دلِ زندہ رابمیر اند

ہنسو لیکن نہ اتنا جس سے دل پژمردہ ہوجائے
طبیعت ہو مُنَغَّض اور مذاق افسردہ ہوجائے

تشریح: بہت زیادہ مت ہنسا کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کردیتا ہے ہنسی عام طور پر لایعنی باتوں کی وجہ سے آتی ہے اور فضول باتیں دل کو اللہ کی یاد اور آخرت سے غافل کرتی ہیں، تو پھر نیک اعمال میں دل نہیں لگے گا اور آہستہ آہستہ نیک اعمال سے دلچسپی ختم ہوجائے گی اور دل مردہ اور بے حس ہوجائے گا

تو کم ہنسو اور قہقہہ نہ لگاؤ۔

فقہاء نے ہنسی کے تین درجے بتلائے ہیں، پہلا درجہ یہ ہے کہ آواز نہ نکلے صرف دندان نظر آئیں جس کو مسکراہٹ کہتے ہیں، دوسرا درجہ یہ ہے کہ آواز اتنی نکلے کہ جس کو خود سن سکے، دوسرے کے کانوں تک نہ جائے اس کو ضحک کہتے ہیں اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ اتنی زور سے ہنسے کہ دوسروں کو بھی آواز سنائی دے جس کو قہقہہ کہا جاتا ہے اسی کو کھلکھلا کر ہنسنا بھی کہتے ہیں اور اس کی ممانعت اس حدیث شریف میں وارد ہے۔

کثرت سے ہنسنے ہی کو قہقہہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، حدیث پاک میں ہے **اَلْقَهْقَهَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَالتَّبَسُّمُ مِنَ اللّٰهِ** (المعجم الصغیر للطبرانی رقم:١٠٥٧/ مجمع الزوائد/ج:١٠/ص:٢٩٩) یعنی قہقہہ شیطان کی طرف سے ہے اور مسکرانا اللہ کی طرف سے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے جہاں کہیں ضحک آتا ہے وہاں تبسم ہی مراد ہوتا ہے، حضور ﷺ کبھی ٹھٹھا نہیں لگاتے تھے بلکہ مسکرایا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے **ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مُسْتَجْمِعًا قَطُّ ضَاحِكًا حَتّٰى تَرٰى مِنْهُ لَهَوَاتُهُ إِنَّمَا كَانَ يَتَبَسَّمُ** (صحیح البخاری رقم:٦٩٢/ کتاب الأدب باب التبسم والضحک صحیح مسلم رقم:٨٩٩/ کتاب صلاة الإستسقاء)

کہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کو اس طرح قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ کے گلے کے کوے نظر آنے لگیں، آپ ﷺ صرف مسکرادیا کرتے تھے،

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے **فليضحكوا قليلاً وليبكوا كثيرا** (سورۂ توبہ آیت:۸۲)
پس چاہیئے کہ وہ لوگ کم ہنسیں اور زیادہ روئیں۔

☆☆☆

حدیث نمبر:۳۷)عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

أَلْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْأُمَّهَاتِ۔

مسند الشهاب للقضاعی رقم: ۱۱۹/، كنز العمال رقم: ۴۵۳۹، فردوس الخطاب للديلمی رقم: ۲۴۳۳، الدرر المنتشرة فی الأحاديث المشتهرة رقم: ۱۷۸، المقاصد الحسنة للسخاوی رقم: ۷۷۳، فيض القدير شرح الجامع الصغير رقم: ۳۶۴۲/ حرف الجيم، حديث ضعيف السند صحيح المعنیٰ ففی سنن النسائی رقم: ۳۱۰۶، كتاب الجهاد، لرخصة فی التخلف لمن له والدة بلفظ فَالْزَمْهَا فإنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ رِجْلَيْهَا، المستدرك للحاكم رقم: ۲۵۰۲/ كتاب الجهاد، ۷۲۴۸/ كتاب البر والصلة بلفظ "إِذْهَبْ فَالْزَمْهَا فإن الجنةَ عِنْدَ رِجْلَيْهَا" هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه، مشكوٰة المصابيح رقم: ۴۹۳۹/ ص: ۴۲۱/ باب البر والصلة، ابن ماجة رقم: ۲۷۸۱/ كتاب الجهاد بلفظ "ويحك الْزَمْ رِجْلَهَا فَثَمَّ الجنةَ"۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔

سر ز مادر مکش کہ تاجِ شرف — گردے ازراہ مادر اں باشد
خاک شو زیر پائے او کہ بہشت — درقدم گاہِ مادراں باشد

زمیں پھیلی ہوئی ہے جس طرح افلاک کے نیچے
یونہی جنت بھی ہے ماں کے قدم کی خاک کے نیچے

تشریح: اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں اور اس وقت اسی سلسلہ میں آپ سے مشورہ کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہاری والدہ زندہ ہیں؟ انہوں نے کہا جی ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر تو اپنی ماں کے قدموں کو لازم پکڑ لے کیونکہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے (مشکوۃ المصابیح رص:۴۲۱ر باب البر والصلۃ)۔

مطلب یہ ہے کہ تم جہاد میں جانے کے بجائے ماں کے قدموں میں پڑے رہ کر اس کی اطاعت وخدمت کو ضروری سمجھو کیونکہ ماں کی اطاعت وخدمت جنت میں جانے کا ذریعہ ہے، گویا اس جملہ کے ذریعہ بطور کنایہ اس تواضع وانکساری اور عاجزی وخاکساری کو بیان کرنا مقصود ہے جس کا حکم اولاد کو دیا گیا ہے: "وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ" (سورۂ اسراء آیت ۲۴) اور ان (والدین) کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو (مظاہر حق جدید رص:۴۸۴ر ج:۴)۔

حقوق العباد میں سب سے مقدم حق والدین کا ہے قرآن مجید میں مختلف مقامات ایسے ہیں جن میں اللہ کی توحید وعبادت اور والدین کی خدمت واطاعت کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے لیکن والدین میں خدمت وحسن سلوک کے اعتبار سے والدہ والد پر مقدم ہے، کیونکہ ہر مخلوق اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہے چاہے وہ انسان ہو یا جنات، پرند ہو یا چرند، ماں قطرہ قطرہ لہو دودھ کی شکل میں بچہ کو پلاتی

ہے ماں اولاد کی پیدائش سے پہلے (حمل کی حالت میں) بھی تکلیف اٹھاتی ہے اور پیدائش کے بعد (رضاعت کی حالت میں) بھی اپنی راحت قربان کرتی ہے، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ماں کے ساتھ اولاد کی بے تکلفی زیادہ ہوتی ہے بہت سی باتیں بیٹا کھل کر باپ سے نہیں کہہ سکتا لیکن ماں کے سامنے کہہ دیتا ہے تو شریعت نے اس کا بھی لحاظ رکھا ہے۔

جن کے والدین زندہ ہوں ان کیلئے والدین ایک عظیم نعمت ہیں والدین کی محبت اولاد کے حق میں بے غرض ہوتی ہے، باپ جنت کا دروازہ اور ماں کے قدموں تلے جنت ہے جو والدین کی خدمت واطاعت سے حاصل ہوگی، اسلام نے اولاد کو ماں باپ کیلئے کئی حکم دیئے ہیں جن کو ماننا ان کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا، اسلام کہتا ہے اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو خدا سے ان کیلئے دعا کرو کہ وہ ان پر ویسا ہی کرم کرے جیسا کہ بچپن میں اس کے والدین نے اس پر کیا، اپنے ماں باپ کے احترام میں کچھ باتیں شامل ہیں ان سے سچے دل سے محبت رکھیں، ہر وقت انہیں خوش رکھنے کی کوشش کریں، اپنی کمائی، دولت، مال ان سے نہ چھپائیں، ماں باپ کو ان کا نام لیکر نہ پکاریں، اللہ کو خوش کرنا ہو تو اپنے ماں باپ کو محبت بھری نگاہ سے دیکھو، اپنے والدین سے اچھا سلوک کرو تو تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گی ، والدین سے ادب سے بات کریں، ڈانٹ ڈپٹ کرنا ادب کے خلاف ہے

دنیا میں مکمل طور پر ان کا ساتھ دو، ان کی نافرمانی سے بچو ان کی رضا میں اللہ کی رضا اور ان کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی ہے، ان کے انتقال کے بعد ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو ان کی قبر پر جا کر ایصالِ ثواب کرو۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۳۸)عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:

أَلْبَلَاءُ مُوَکَّلٌ بِالْمَنْطِقِ۔

مسند الشهاب للقضاعی رقم:۲۲۷/ تاریخ مدینة السلام للخطیب البغدادی /ص:۳۷۷/ج:۱۵/ عن ابن مسعود ،ابن أبی الدنیا رقم: ۸۴۴۲/ عن الحسن البصری کتاب الغیبة والنمیمة، کنز العمال رقم: ۷۸۴۴،فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم: ۳۲۱۸، ۳۲۱۹، ۳۲۲۰/ حرف الباء، فردوس الخطاب للدیلمی رقم :۲۰۴۲/ عن أبی الدرداء بلفظ "البلاء موکل بالقول، المقصدالحسنة للسخاوی رقم:۳۰۵،کشف الخفاء رقم:۹۲۶،الدرر المنتشرة فی الأحادیث المشتهرة رقم: ۱۵۲/ حرف الباء،حدیث ضعیف السند صحیح المعنیٰ مروی مرفوعاً وموقوفاً۔

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مصیبت بولنے کے ساتھ سپرد کی گئی ہے۔

ہرکہ شد مبتلا بہ پرگوئی — بہ بلائے عجب گرفتار است
ہر بلا کہ می رسد یکساں — بیشتر از ممر گفتار است

زباں اس کو نہ سمجھو ہے یہ اک آفت کا پر کالا
نہ رکھو گے جو قابو میں تو کر دے گی تہ و بالا

تشــــریح: زیادہ بولنے کی وجہ سے زبان سے بے کار الفاظ بھی نکل جاتے ہیں جو باعث مصیبت و پریشانی ہوتے ہیں اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ ضرورت کے مطابق زبان کھولے ورنہ خاموش رہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَمَتَ نَجَا۔

جامع الترمذی رقم: ۲۵۰۱/ ابواب صفة القيامة، مشكوٰة المصابيح رقم: ۴۸۳۶/ ص: ۴۱۳/ باب حفظ اللسان والغيبة۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص خاموش رہا اس نے نجات پائی''۔

حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ انسان اپنی زبان سے جو بات نکالتا ہے اور جو کلام کرتا ہے اس کی چار قسمیں ہوتی ہیں ایک تو محض نقصان، دوسرے محض نفع، تیسرے وہ بات اور کلام جس میں نہ نفع ہوتا ہے اور نہ نقصان، اور چوتھے وہ بات وکلام جس میں نفع بھی ہو اور نقصان بھی، اس میں خاموشی اختیار کرنا چاہئے، کیونکہ نقصان سے بچنا فائدہ حاصل کرنے سے زیادہ اہم ہوتا ہے، اور وہ جس میں نہ نفع ہو اور نہ نقصان تو ظاہر ہے کہ اس میں زبان کو مشغول کرنا محض وقت کو ضائع کرنا ہے اور یہ چیز بھی خالص ٹوٹا ہے، رہی دوسری قسم یعنی وہ کلام جس میں نفع ہی نفع ہو تو اگرچہ ایسی بات وکلام میں زبان کو مشغول کرنا برائی کی بات نہیں ہے لیکن اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ اس میں بھی ابتلائے آفت کا خطرہ ضرور رہتا ہے بایں طور کہ

ایسے کلام میں بسا اوقات ریا و تصنع، خوشنودیٔ نفس اور فضول باتوں کی آمیزش ہوجاتی ہے اور اس صورت میں یہ تمیز کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے کہ کہاں لغزش ہوگئی ہے، حاصل یہ ہے کہ ہر حالت اور ہر صورت میں خاموشی اختیار کرنا بہتر اور نجات کا ذریعہ ہے کیونکہ زبان کی آفتیں ان گنت ہیں اور ان سے بچنا سخت مشکل ہے، الا یہ کہ زبان کو بند ہی رکھا جائے، ایک چپ لاکھ بلا ٹالتی ہے (مظاہر حق جدید/ص:۶۳۴/ج:۵)۔

☆☆☆

حدیث نمبر ۳۹)عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:

أَلنَّظْرَۃُ سَھْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِھَامِ إِبْلِیْسَ۔

مجمع الزوائد رقم: ۱۲۹۴۲/ کتاب الأدب، باب غضّ البصر /ص: ۱۲۲/ج:۸، المعجم الکبیر للطبرانی رقم: ۱۰۳۶۲/ ص:۱۱۴/ج:۱۰، فردوس الخطاب للدیلمی رقم: ۱۲۴/۷/ بلفظ النظر إلی المرأۃ سھم من سھام إبلیس مسموم، الترغیب والترھیب للمنذری /ص:۸۳/ج: ۱/ کتاب الإیمان، فصل فی علامۃ الإیمان، المستدرک للحاکم رقم: ۷۸۷۵/ کتاب الرقاق ھذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاہ، مسند الشھاب للقضاعی رقم: ۲۹۲، ۲۹۳، کنز العمال رقم: ۱۳۰۷۵، حلیۃ الأولیاء /ص: ۱۰۱/ج:۶/ باب حدید بن کریب۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بدنظری ایک زہریلا تیر ہے ابلیس کے تیروں میں سے۔

دیدن زلف وخالِ نامحرم   دانۂ کید ودامِ ابلیس است
ہر نظر ناوکیست زہر آلود   کہ زشست وکمان ابلیس است

نظر کا تیر نا محرم پہ جب تم نے چلایا ہے
اسے ابلیس نے زہر ہلاہل میں بجھایا ہے

تشریح: بدنظری کا حاصل یہ ہے کہ کسی غیر محرم پر نگاہ ڈالنا، بالخصوص جب کہ شہوت کے ساتھ ڈالی جائے، یا لذت حاصل کرنے کیلئے نگاہ ڈالی جائے، چاہے وہ غیر محرم حقیقی طور پر زندہ ہو اور چاہے غیر محرم کی تصویر ہو، اس پر بھی نگاہ ڈالنا حرام ہے اور بد نگاہی کے اندر داخل ہے، نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے جو ابلیس کی کمان سے نکلتا ہے اگر کسی نے اس پر قابو نہیں پایا تو باطن کی اصلاح میں بڑی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے، نگاہ کا غلط استعمال باطن کیلئے سم قاتل ہے اگر باطن کی اصلاح منظور ہو تو سب سے پہلے اس نگاہ کی حفاظت کرنی ہوگی، قرآن کریم میں بڑی وضاحت اور صراحت کے ساتھ ''غض بصر'' یعنی نگاہوں کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے **قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ** (سورۂ نور آیت: ۳۰) مؤمن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، **وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ،** (سورۂ نور آیت: ۳۱) اور مؤمن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ غیر محرم کو دیکھنا، باتیں کرنا، یا سننا، چل کر جانا، ملاقات کرنا، چھونا، بوس و کنار کرنا یہ سب حرام و ناجائز ہیں کیونکہ یہ سب دواعی اور اسباب

ہیں اوران سب ہی سے بچناضروری ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:إِنَّ النَّظْرَۃَ سَھْمٌ مِنْ سِھَامِ إِبْلِیْسَ مَسْمُوْمٌ، مَنْ تَرَکَھَا مَخَافَتِیْ أَبْدَلْتُہُ إِیْمَانًا یَجِدُ حَلَاوَتَہُ فِیْ قَلْبِہٖ. (طبرانی کبیر۱۰۳۶۲)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی کریمﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: کہ بے شک بدنگاہی ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے،جس نے میرے خوف سے اسے ترک کردیا (یعنی اپنی نگاہ کی حفاظت کی) میں اسے بدلہ میں ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت (مٹھاس) وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

معلوم ہوا کہ نامحرم سے نگاہ ہٹالینے سے عبادت وایمان میں اللہ تعالیٰ حلاوت ولذت ڈال دیتے ہیں اوراس کے برعکس کرنے سے عبادت کی حلاوت ولذت ختم ہوجاتی ہے۔

بدنظری کے نقصانات کا سرسری جائزہ

اللہ کا نافرمان بن جاتا ہے،امانت میں خیانت کرنے والا ہوتا ہے،اللہ کے غضب اورلعنت کا مستحق بن جاتا ہے،توفیق عمل چھن جاتی ہے،ذلت ورسوائی کا سبب ہے،برکت ختم ہوجاتی ہے،اللہ کی غیرت بھڑکتی ہے،بدن اورکپڑوں سے عجیب قسم کی بدبو آنے لگتی ہے،مثانہ کمزور ہوجاتا ہے،گندے اور برے

خیالات ذہن ودماغ میں آنے لگتے ہیں جس سے شہوت بھڑکنے لگتی ہے اور گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے، جس سے دماغ کی کمزوری، سبق کا یاد نہ ہونا، جلد بھول جانا، چکر آنا، دل کا کمزور ہونا اور گھبرانا، کمر میں درد، پنڈلی میں درد، آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہونا، آنکھوں میں ظلمت اور بے رونقی ہونا، چہرہ کا بے رونق اور بے نور ہونا، کسی کام میں دل نہ لگنا، غصہ کا بڑھ جانا، نیند کم آنا، ہمت کا پست ہونا، ناشکری پیدا ہو جانا ہے اور بھی بہت سے نقصانات ہیں۔

اس خطرناک مرض سے بچنے کی تدابیر

سب سے بہترین علاج یہ ہے کہ اپنی نظروں کو نیچی رکھیں، جس وقت عورتوں وغیرہ کا گزر ہو اہتمام سے نگاہ نیچی رکھیں چاہے کتنا ہی تقاضا دیکھنے کا ہو، اگر نگاہ پڑ جائے تو فورا ہٹا لے، خواہ کتنی ہی تکلیف ہو، اور یہ سوچے کہ نگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے دنیا میں ذلت کا اندیشہ ہے اور آخرت کی تباہی یقینی ہے، اللہ نے جو ہمت دی ہے اس سے کام لیجئے، دعا کا اہتمام کیجئے، بزرگوں سے کرائیے، بدنظری ہونے پر جرمانہ مقرر کیجئے، اگر نماز پڑھنا طبیعت پر گراں گزرتا ہو تو نفلیں پڑھئے یا کھانے کا شوق ہے تو روزہ رکھئے، یا پیسے خرچ کرتے ہوئے ناگواری ہوتی ہے تو صدقہ کیجئے، لیکن ان چیزوں کی اتنی مقدار ضرور ہونی چاہئے جو طبیعت پر شاق گزرے، کثرت سے استغفار کیجئے، امانت الٰہی کا خیال رکھئے، آنکھیں اللہ کی امانت ہیں اللہ تعالیٰ امانت میں خیانت کرنے کو خوب جانتا ہے اس پر سزا دینے

کی پوری قدرت رکھتا ہے جس راستہ پر بدنظری کا اندیشہ ہو اسے بدل دیجئے، اللہ کا ذکر کیجئے، اللہ کو ہر وقت حاضر و ناظر سمجھئے، عذاب الٰہی کا تصور کیجئے، موت وقبر کا استحضار رکھئے، اس دعا کا ورد کیجئے: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَطَھِّرْ قَلْبِیْ وَاحْصِنْ فَرَجِیْ (بدنظری ایک سنگین گناہ)۔

☆☆☆

حدیث نمبر: ۴۰) عَنْ عُمَرؓ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ:

لَایَشْبَعُ الْمُؤْمِنُ دُوْنَ جَارِہٖ۔

مسند الشهاب للقضاعی رقم: ۸۹۵،تاریخ مدینة دمشق لإبن عساکر /ص: ۲۸۰/ج:۵۵/ محمد بن مسلمة بن خلاد بن عدی،مجمع الزوائد رقم: ۱۳۵۵۵، ۱۳۵۵۶/ کتاب البر والصلة باب فمن شبع وجاره جائع ، بلفظ"لیس المومن الذی یشبع وجاره جائع" وبلفظ لایشبع الرجل دون جاره،الأدب المفرد رقم: ۱۱۲/ باب لایشبع دون جاره،المستدرک للحاکم رقم: ۷۳۰۸/ کتاب البر والصلة حدیث حسن صحیح، مسند الفاروق رقم: ۱۲۵۱/ص:۳۹۵/ج: ۱/ فی الحث علی مواسات الفقراء من الجیران وغیرهم، کتاب الزهد لإبن المبارک رقم:۵۱۳/ باب هوان الدنیا علی الله عزوجل، مشکوة المصابیح رقم: ۴۹۹۱/ص: ۴۲۴/ باب الشفقة والرحمة علی الخلق بلفظ "لیس المومن بالذی یشبع وجاره جائع إلی جنبه،أحمد فی المسند رقم:۳۹۰/ مسند عمر بن الخطاب بلفظ "لایشبع الرجل دون جاره،فیض القدیر شرح الجامع الصغیر رقم: ۷۵۸۲،۷۵۸۳،شعب الإیمان للبیهقی ۳۱۱۷/ باب ماجاء فی کراهیة إمساک الفضل وغیره محتاج إلیه۔

ترجمہ: حضرت عمر فاروقؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ

فرماتے ہوئے سنا:

مؤمن پیٹ نہیں بھر سکتا اپنے ہمسایہ کے بغیر، ؎

ہرکہ در خطۂ مسلمانی باشد از نقدِ دیں گرانمایہ
کے پسند دکہ خود بہ خسپد سیر بنشیند گر سنہ ہمسایہ

نہیں ہے شائبہ تک اس میں اے مسلم تیری خو کا
کہ خود تو پیٹ بھر کر کھائے ہمسایہ رہے بھوکا

تشریح: اسلام میں پڑوسیوں کے ساتھ احسان و نیک سلوک کرنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور ان کے دکھ درد کو بانٹنے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف و پریشانی میں مبتلا نہ کرنے کی اسلام نے تعلیم دی ہے، وہ شخص کامل ایمان والا ہو ہی نہیں سکتا جس کے پڑوسی اس کی برائیوں اور اس کے شر سے محفوظ و مامون نہ ہوں، قرآن میں اللہ نے صحابہ کی یہ خوبی بیان فرمائی **وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ** (سورۂ حشر آیت ۹) اور وہ (صحابہ) ان (مہاجرین صحابہ) کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں چاہے ان پر تنگ دستی کی حالت گزر رہی ہو۔

حدیث کا مطلب ظاہر ہے کہ وہ مسلمان کمال ایمان کے درجہ کو کس طرح پہنچ سکتا ہے؟ جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بالکل بھوکا رہے کسی کامل مسلمان کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ یہ جاننے کے باوجود کہ اپنے پڑوس میں فلاں شخص کو محتاجگی و افلاس اور شدت بھوک نے مضطرب و بے

حال کر دیا ہے وہ اس کی خبر نہ لے اور اس کو اپنے کھانے میں شریک نہ کرے ’’اس کے پہلو میں‘‘ اس جملہ کے ذریعہ گو اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ جو شخص اپنے پڑوسی کے حالات سے بے خبر و لا پرواہ ہو اس سے بڑا غافل اور لا پرواہ کون ہو سکتا ہے (مظاہر حق جدید رص:۵۴۸رج:۵)۔

تمت ترجمةهذاالأربعين من هو ناصر ومعين

والحمدلله على الإتمام والصلوة والسلام على محمد وآله البررة الكرام۔

بندۂ عاصی پہ رب کی نوازش ہوگئی
پوری اس کے فضل سے یہ کاوش ہوگئی
بخش دے یارب خطا اس کاتب لاچار کی
اور اس قاری کی جس نے آمین کی تکرار کی

عبدالصمد رشیدی کھیڑوی سہارنپوری
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ
۳۰/۱۲ (ساڑھے بارہ بجے) شب پنجشنبہ
۱۶ررجب المرجب ۱۴۴۱ھ/ ۲۰رمارچ ۲۰۲۰ء

المراجع والمصادر

(۱)صحیح البخاری،محمد بن اسماعیل البخاری متوفیٰ ۲۵۶،دار السلام للنشر والتوزیع الریاض.

(۲)صحیح مسلم،مسلم بن حجاج القشیری ۲۶۱،دار السلام للنشر والتوزیع الریاض.

(۳)جامع الترمذی،ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ۲۷۹،دار السلام للنشر والتوزیع الریاض.

(۴)سنن ابی داؤد،ابو داؤد سلیمان بن الاشعث متوفی ۲۷۵،دار السلام للنشر والتوزیع الریاض.

(۵)سنن النسائی،ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی ۳۰۳،دار السلام للنشر والتوزیع الریاض.

(۶)ابن ماجة،ابو عبدالله محمد یزید القزوینی ۲۷۳،دار السلام للنشر والتوزیع الریاض.

(۷)المستدرک علی الصحیحین،ابو عبدالله محمد بن عبدالله الحاکم النیساپوری ۴۰۵ھ،دار الکتب العلمیة بیروت .

(۸)المؤطا،الامام مالکؒ بن انس ۱۷۹ ،مؤسة الرسالة ناشرون دمشق سوریا.

(۹)المؤطا،الامام محمد بن حسن الشیبانی ۱۸۹ ،مکتبة البشری کراتشی .

(۱۰)شعب الایمان،ابوبکر احمد بن حسین البیهقی ۴۵۸،مکتبة الرشد للنشر والتوزیع الریاض.

(۱۱)مجمع الزوائد ومنبع الفوائد،ابو الحسن علی بن ابی بکر شافعی الهیثمی متوفی ۸۰۷ھ،دار المنهاج للنشر والتوزیع جده.

المراجع والمصادر

(۱۲)المعجم الکبیر،ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۶۰ھ،مکتبه ابن تیمیه القاهره.

(۱۳)المعجم الاوسط ،ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۶۰ھ، دار الحرمین القاهره.

المعجم الصغیر،ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۶۰ھ،دار الحرمین القاهره.

(۱۴)کشف الخفاء ومزیل الإلباس،اسماعیل بن محمد العجلونی ۱۱۶۹،مکتبة العلم الحدیث.

(۱۵)البحر الزخار المعروف بمسند البزار،ابوبکر احمد بن عمر البزار، ۲۹۲،مکتبة العلوم والحکم المدینة المنوره.

(۱۶)موسوعة ابن ابی الدنیا،عبدالله بن محمد القرشی بغدادی متوفی ۲۸۱ھ،دار اطلس الخضراء للنشر والتوزیع الریاض.

(۱۷)المصنف لابن ابی شیبة،ابوبکر عبدالله بن محمد بن ابی شیبة العبسی الکوفی ۲۳۵،دار القبلة للشفافة الاسلامیة جده.

(۱۸)المقاصد الحسنة، شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبدالرحمن السخاوی ۹۰۲، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان.

(۱۹)الترغیب والترهیب، ابو محمد زکی الدین عبدالعظیم المنذری ۶۵۶ھ،احیاء التراث العربی بیروت.

(۲۰)سنن الدارمی، عبدالله بن عبدالرحمن الدارمی السمرقندی ۸۶۹، قدیمی کتب خانه مقابل آرام باغ کراچی.

المراجع والمصادر

(٢١)مسند ابی یعلی الموصلی ، احمد بن علی بن المثنی التمیمی ٣٠٧، دار الثقافة العربية.

(٢٢)صحيح ابن حبان ، ابو حاتم محمد بن حبان ٣٥۴، مؤسة الرسالة بيروت.

(٢٣)تاریخ مدينة دمشق، ابو القاسم علی بن الحسن الشافعی بن عساکر ٥٧١، دار الفكر بيروت.

(٢۴)شرح مشكل الآثار، ابو جعفر احمد بن محمد سلامة الطحاوی ٣۴١، مؤسة الرسالة بيروت.

(٢٥)تاريخ مدينة السلام، ابی بکر احمد بن علی بن ثابت الخطيب البغدادی ۴٦٣، دار العرب الاسلامی بيروت.

(٢٦)مسند الامام احمد بن حنبل، حضرت امام احمد بن حنبلؒ متوفی ٢۴١ ھ، مؤسة الرسالة بيروت.

(٢٧)مسندالفاروق ، عمادالدين ابو الفداء اسماعيل بن عمر ابن كثير ٧٧۴، دار الفلاح بيروت.

(٢٨)كتاب الزهد، هناد بن السری الكوفی ٢۴٣، دار الخلفاء للكتاب الاسلامی الكويت.

(٢٩)كتاب الزهد، الامام عبدالله بن المباركؒ ١٨١ھ، دار الكتب العلمية بيروت لبنان.

(٣٠)اشنى المطالب فی احاديث مختلفة المراتب ، محمد بن درويش البيروتی الشافعی ١٢٧٧، دار الكتب العلمية بيروت.

(٣١)مكارم الاخلاق، ابوبكر محمد بن جعفر الخرائطی متوفی ٣٢٧، مكتبة الرشد الرياض السعوديه.

المراجع والمصادر

(۳۲)معارف القرآن، مفتی محمد شفیع صاحب متوفی ۱۳۹۶، کتب خانه نعیمیه دیوبند.

(۳۳)مسند الشهاب ، القاضی ابی عبدالله محمد سلامة القضائی متوفی۴۵۴ھ، مؤسة الرسالة بیروت.

(۳۴)فردوس الاخبار بماثور الخطاب، الحافظ شیرویه الدیلمی متوفی ۵۰۹ھ، دارالکتاب العربی بیروت.

(۳۵)الادب المفرد ، ابوعبدالله محمد بن اسماعیل البخاری ۲۵۶، دارالبشائر الاسلامیة بیروت.

(۳۶)کنز العمال ، علاء الدین علی المتقی البرهان فوری الهندی ۹۷۵، مؤسة الرسالة بیروت.

(۳۷)فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، للعلامة محمد عبدالرؤوف المناوی متوفی ۱۰۳۱ھ، دارالکتب العلمیة بیروت.

(۳۸)الدررالمنتشرة فی الادب المشتهرة ، جلال الدین عبدالرحمن السیوطی ۹۱۱، عمادة شؤون المکتبات الریاض.

(۳۹)الآلی المصنوعة، جلال الدین عبدالرحمن السیوطی ، دارالمعرفة بیروت.

(۴۰)مشکوٰة المصابیح ، ابو عبدالله محمود بن عبدالله الشافعی التبریزی ۷۴۰، قدیمی کتب خانه کراچی.

(۴۱)شرح التلخیص ، اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی ۷۸۶ھ، المنشأة العامة طرابلس.

المراجع والمصادر

(۴۲)جامع الاحادیث، الامام جلال الدین عبدالرحمن السیوطی ۹۱۱، دار الفکر بیروت.

(۴۳)غرر الحکم کلام علی بن ابی طالب، عبدالواحدبن محمد التمیمی ۵۵۰، دار الھادی بیروت لبنان.

(۴۴)حلیة الاولیاء ، حافظ ابو نعیم احمد بن عبدالله الاصفھانی ۴۳۰، دار الفکر بیروت.

(۴۵)الزھد الکبیر، امام احمد بن حسین للبیھقی ۴۵۸ھ،مؤسة الکتب الثقافیة بیروت.

(۴۶)ماھنامه منھاج القرآن دسمبر ۲۰۱۲، پروفیسر نصیرالله معینی.

(۴۷)تنبیہات، مفتی عبدالباقی اخونزادہ۔

(۴۸)روح البیان، شیخ اسماعیل حقی البروسوی ۱۱۳۷ھ،احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

(۴۹)گلستان سعدی، شیخ شرف الدین سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ، مکتبہ بلال دیوبند۔

بوستانِ سعدی، شیخ شرف الدین سعدی شیرازی متوفی ۶۹۱ھ، مکتبہ بلال دیوبند۔

(۵۰)ظفر المحصلین ،حضرت مولانا حنیف صاحب گنگوہی متوفی ۱۴۲۸ھ،حنیف بکڈ پو دیوبند۔

(۵۱)مرأة الانوار،حضرت مولانا نسیم احمد غازی بجنوری متوفی ۱۴۳۸ھ،مکتبہ نسیمیہ سرائے پختہ مرادآباد۔

(۵۲)اربعین جامی، تخریج مفتی محمد ابراہیم تیموری۔

(۵۳)معارف الحدیث، علامہ منظور نعمانی متوفی ۱۴۱۷ھ، دارالاشاعت کراچی پاکستان۔

(۵۴)تعلیم المتعلم ،الامام مبرہان الاسلام الزرنوجیؒ متوفی ۵۹۱ھ،مکتبۃ البشری کراچی۔

(۵۵)تحقیقات،محمد طلحہ بلال احمد منیار عفاعنہ۔

(۵۶)تحفۃ الالمعی ، مفتی سعید احمد پالنپوری ۱۴۴۱ھ، مکتبہ حجاز دیوبند۔

المراجع والمصادر

(۵۷) امثال الاحادیث، مفتی محمد کریم خان، ہجویری بک شاپ لاہور۔

(۵۸) مظاہر حق جدید، مولانا عبداللہ جاوید غازی پوری متوفی ۱۴۱۰ھ، مکتبہ جاوید دیوبند۔

(۵۹) مرقاۃ المفاتیح، شیخ علی بن سلطان محمد القاری ہروی، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

(۶۰) منظوم اربعین جامی، مولانا ظفر علی خان لاہوری متوفی ۱۳۷۵ھ۔

(۶۱) حیات جامی، واجد طارق محمود نعمانی، بک کارنر جہلم پاکستان۔

(۶۲) شرح کلام جامی، پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین، مشتاق بک کارنر لاہور پاکستان۔

(۶۳) دیوان علی بن ابی طالب، امیر المؤمنین الامام علی بن ابی طالب متوفی ۴۰ھ۔

(۶۴) کمالات اشرفیہ، مولانا اشرف علی تھانویؒ متوفی ۱۳۶۲ھ، ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان پاکستان۔

(۶۵) لغات الحدیث، علامہ وحید الزماں صاحب متوفی ۱۳۳۸ھ، نعمانی کتب خانہ لاہور۔

(۶۶) روضۃ العقلاء، الامام الحافظ ابو حاتم محمد بن حِبّان البُستی متوفی ۳۵۴ھ۔

(۶۷) الکامل فی ضعفاء الرجال، ابو احمد عبداللہ بن عدی الجرجانی متوفی ۳۶۵ھ، مکتبۃ الرشد بیروت۔

(۶۸) العقل وفضلہ ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد القرشی بغدادی متوفی ۲۸۱ھ۔

(۶۹) موضوع احادیث کا علمی جائزہ، مولانا یاسین خان قاسمی، مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور۔

(۷۰) زاد المعاد، ابن قیم الجوزیۃ متن ۷۵۱، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان۔

مؤلف کی دیگر تالیفات

تحفۃ الطالبین شرحِ اردو مفید الطالبین: درسِ نظامی کی مشہور عربی کتاب ''مفید الطالبین'' کی ایک سہل اور عمدہ شرح ہے جس میں حل لغات، سلیس اردو ترجمہ، نحوی ترکیب، جامع تشریح، احادیث واقوال کی تخریج، ہر مقولہ پر ترتیب وار نمبر درج کیے گئے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ اس کا مطلب اور اسی کے مطابق عربی، فارسی اور ہندی کے محاورات اور اشعار سے شرح کو آراستہ کیا گیا ہے، کتاب میں جن شخصیات کا ذکرِ خیر ہے ان کے مختصر احوال، اور جن جانوروں کا تذکرہ ہے ان کا مختصر تعارف اور ان کی حلت وحرمت کا حکم بھی واضح کیا گیا ہے، جس کی بنا پر یہ شرح مجموعی طور پر طلباء واساتذہ کے لئے انتہائی مفید ہے۔

پہلا نبی خدا کا ہندوستاں میں آیا: اس کتاب میں ہندوستان میں وارد ہونے اور اس سے تعلق رکھنے والے انبیاء کرامؑ کا تذکرہ، اور اس مقدس دھرتی کو آباد وشاداب کرنے، اور اس میں توحید ورسالت کا درس دینے، اور اس کو جنت نشاں بنانے والے مقدس حضرات کا ذکرِ خیر ہے، اور اسی طرح قرآن کریم میں ہندوستانی زبان کے الفاظ اور یہاں کی پاکیزہ اشیاء کو مفصل طریقے سے بیان کیا گیا ہے، اور احادیث وتفاسیر میں وارد ہندوستان کے فضائل کو جمع کیا گیا ہے۔

<u>تحفۃ الاخوان فی فضائل ہندوستان:</u> مولانا غلام علی آزادبلگرامیؒ کی مشہور کتاب ''سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان'' کی فصل اول بنام ''**شمامۃ العنبر فیما ورد فی الھند من سید البشر** '' کااردوترجمہ ہے، ہندوستان کے وہ فضائل جو احادیث وتفاسیر میں بکھرے پڑے تھے ان کو سینکڑوں کتب سے جمع کردیا گیا ہے، جوایک عظیم کارنامہ ہے اورتخریج وحوالہ جات سے کتاب کومزین کیا گیا ہے۔